حدیث
محمد اظہر مدنی

حسد سے بچو

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ایاکم والحسد، فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب. (اخرجه ابو داؤد، بلوغ المرام من ادلة الاحکام :١٥٠٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حسد سے بچو بیشک حسد نیکیوں کو ایسے ہی کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کی ہے)

بہت سی سماجی برائیوں میں سے ایک برائی حسد بھی ہے۔ حسد کرنے والا دوسروں کی نعمتوں کے چھن جانے اور ختم ہو جانے کی آرزو کرتا ہے یہ ایک انسان کے لئے دوسرے سے خیر خواہی اور اس کے ایمان کے منافی ہے جبکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھے اور دوسروں کے بارے میں اچھے گمان کرے یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کی دعا کی تلقین کی گئی ہے اور بدگمانی سے بچنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن میں بھی حسد سے پناہ مانگی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (سورہ فلق:۵)'' اور (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے''

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا (سورہ النساء:۵۴) ''یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے پس ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت بھی دی ہے اور بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی ہے۔'' قرآن کی اس آیت میں بنی اسرائیل کے حسد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حسد کو ایمان کے منافی اور نقصان دہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یجتمع فی جوف عبد مومن الایمان والحسد علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح الترغیب میں حسن قرار دیا ہے۔ ''ایک مومن کے اندر حسد اور ایمان ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے'' یعنی جو اللہ اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حسد اس کے ایمان کے لئے ضرر رساں ہے۔ اور اگر وہ کسی سے حسد و بغض کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو اللہ کی نعمتوں اس کی دی ہوئی جسمانی طاقت پر کامل یقین نہیں ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد جلن نہ کرو، بغض و دشمنی نہ کرو، پیٹھ پیچھے آپس میں ایک دوسرے کی برائی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔''

جب کوئی بھی فرد حسد جیسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا ذہن و دماغ منفی طریقے سے کام کرنے لگتا ہے۔ اس کی زندگی بے چینی اور اضطراب میں گزرتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے محسود کو نقصان پہنچانے کے درپہ رہتا ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے اس کی اپنی نہیں ہے بلکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے۔ فطری طور پر ایک انسان ترقی پسند ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ سماج میں اپنا ایک مقام بنائے، اپنا وقت اپنے بال بچوں کا مستقبل روشن کرنے اور سنوارنے میں لگائے اور وہ کوئی ایسا راستہ اپنائے کہ وہ کسی کا محتاج نہ رہ جائے اس کی زندگی عیش و آرام میں گزرے۔ لیکن جب اس کے اندر حسد جیسی قبیح چیز سرایت کر جاتی ہے تو وہ اس کی وجہ سے اپنا مستقبل برباد کر بیٹھتا ہے اور اس کی زندگی ایک غلط سمت میں چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حسد جیسی برائی سے محفوظ رکھے اور جب بھی حسد کا خیال آئے اللہ سے پناہ مانگے اور کسی کی نعمت چھن جانے کی امید کرنے کے بجائے اپنی ترقی کے راستے ہموار کرے۔

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
ربوبیت الٰہی کا اقرار	۷
سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فروغ انسانی وسائل	۱۰
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نرمی کے مظاہر	۱۶
اسلام میں جماعتی زندگی کی اہمیت	۱۹
ہندوستان میں سماجی ہم آہنگی کی ضرورت: مسائل اور تقاضے	۲۲
اکابر کے خطوط	۲۶
جماعتی خبریں	۲۹
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

روشنی کی تلاش میں اندھیروں میں گم نہ ہوں!!!

آج کے شر وفساد کے دور میں انسان فساد و بگاڑ کی ساری جڑیں دوسروں میں تلاش کر رہا ہے، دوسروں کو مورد الزام ٹھہرا رہا ہے، ہر کوتاہی کا ٹھیکرا دوسروں کے سر پھوڑنے کے لیے تیار بیٹھا ہے اور ساری خرابیوں کا سبب غیروں میں ڈھونڈ رہا ہے۔ اس کی نگاہ میں ساری دنیا عیب دار ہے، ساری بیماریاں اسی سے جنم لے رہی ہیں، دینی، اخلاقی اور سماجی سارے ہی امراض غیروں کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ معاشی بدحالی، اقتصادی کمزوری اور تعلیمی تنزلی کے اصل قصور وار اس کے بدخواہ ہیں۔ علمی طور پر ہم تہی دست و پسماندہ ہیں۔ اس کی وجہ بھی دشمنوں کی سازشیں ہیں۔ سیاسی اعتبار سے ہم صفر ہوتے جا رہے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی ہر طور پر اس کی علت خفیہ اور ظاہرہ صرف اور صرف دوسروں کی پلاننگ ہے جو ہمارے خلاف بڑے پیمانے پر ہم کو بے وزن کر دینے کے لیے کی جا رہی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہماری ایمانی کمزوری اور اندرونی بے دینی و بے ایمانی بھی اغیار کی وجہ سے ہے۔ ہمارا ایمان گھٹ کر نچلی سطح پر آ چکا ہے۔ ہم ”اضعف الایمان“ کے آخری پائیدان سے بھی نیچے نظر آ رہے ہیں۔ ایمانیات و یقینیات کے باب میں بھی ہم پیچھے ہیں۔ ذات واحد اللہ رب العالمین، رب العزت و الجلال اور جل جلالہ وعم نوالہ وعز شانہ سب کا روزی رساں، پالنہار، پروردگار، خالق و مالک اور مقتدر ہے، مگر ہم مسلمانوں کا نہیں ہے۔ ساری طاقتوں، قوتوں اور عزتوں کا مالک وہی ہے مگر ہمارے لیے نہیں۔ نہ ہمارا ایمان، نہ یقین، نہ بھروسہ۔ ساری نوازشوں، انعامات واکرامات اور ہر نعمت کی مالک صرف اور صرف وہی ذات ہے، مگر مسلمانوں کی نہیں۔ کیوں کہ یہ سب بھی ہمارے دشمنوں کی سازشوں اور ان کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ہے۔ ایک فاسق و فاجر کو تو اللہ کے روزی رساں ہونے اور عزت و ذلت دینے پر یقین و ایمان ہو سکتا ہے، لیکن مسلمان سب کا مالک دوسروں کو مانتا ہے۔ وہ اپنی ایمانی کمزوری کو دوش نہیں دیتا ہے، بلکہ ان سب کا تنہا قصور وار غیروں کو قرار دے کر اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر ہمارے پاس بچتا کیا ہے؟ اور ہم کرتے کیا ہیں؟ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہمارا وجود کہاں ہے اور ہم کس کے لیے زندہ ہیں؟ جب ہم

کوخوداپنے وجود کا ہی پتہ نہیں، بحیثیت اسلام ومسلمان ہم اس لائق بھی نہیں کہ اپنے آپ کومسلمان کہہ سکیں، ایمان پر بھی دوسروں کا قبضہ ہواور وہ جیسے چاہیں، جب چاہیں اس میں تصرف کرلے جائیں، ڈاکہ ڈال دیں، چپکے سے چوری کرلے جائیں اورہمیں احساس تک نہ ہواور ہوتو اس قدر حیرت انگیز حدتک کہ وہ ہمارے دل ودماغ حتی کہ پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ایمان، سمندروں سے زیادہ گہرائی وپنہائی میں جیسے رہنے والا ایمان اور"اصلها ثابت و فرعها فی السمـــاء" کا سماں پیش کرنے والا یقین، یعنی اصل اور پھل بھی ہم سے کوئی چھین لے جائے، سرقہ کر لے جائے، اور ہم صرف یہ مرثیہ خوانی کے لیے رہ جائیں کہ ہمارے غیروں اور دشمنوں نے ہم سے یہ گراں مایہ اصل اصول دین وایمان بھی لے کرہمیں کنگال کردیا۔ اس لیے وہی قصوروار اور مجرم ہیں اورآپ بے قصور ومظلوم ہیں۔ دنیا میں ہر مظلوم کے لیے دادرسی، فریادرسی اورعدل گستری ہے، مگرایسے ظلم عظیم اورظالمین وباغین کے لیے سوائے عذاب الیم کے اور کچھ نہیں ہے۔"خسر الدنیا والآخرة" کے سوااورکوئی سودہ نہیں ہے۔

اور یہ معلوم ہی ہے کہ اپنی کوتاہیوں کو ماننے والی اورغفلتوں کی چادر اٹھا پھینکنے والی قوم کی ہی اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں۔ اورغفلتوں میں پڑی رہنے والی قوم کو یہی نہیں کہ ہلاک وبرباد کردیتے ہیں بلکہ قیامت تک ان کو سزا دیتے ہیں اور قیامت میں بھی سخت آزمائش وعذاب سے دوچار کرتے ہیں۔ جس سے اس کی آنکھیں دنیا میں کھلنے کے بجائے اب آخری مرحلے میں کھلتی ہیں، جو فقط مشاہدہ عذاب اورسامان عبرت وموعظت اور دردناک عذاب کے مرہون منت ہوکر رہ جاتی ہیں۔

لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ" (ق:۲۲)"یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔"

یہ عجیب حال ہے ہمارا کہ ہم کہتے بھی ہیں کہ "غـــزونـــا فـــی عقر دارنا کہ دشمن ہمارے گھر پر حملہ کر رہے ہیں اور اس پر اپنا قبضہ جمالیا ہے۔ وہ ہمارے گھروں پر راج کر رہا ہے۔ ہم بے دست وپا ہیں۔ نہ بھائی ساتھ دے رہا ہے، نہ بہن دلجوئی اور ڈھارس بندھانے کا کام کر رہی ہے بلکہ حبائل الشیطان بنی ہوئی ہے۔ دوست واحباب، کنبہ وقبیلہ، بھائی بند، آل اور اولاد سب ہی اس دشمن اور شیطان کے چیلے بنے ہوئے ہیں اور تم بھی اس کے گیسوئے دراز کے گرہ گیر اور اسیر بنے ہوئے ہو اور صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اب اس کا قبضہ تمہارے پورے کنبہ وقبیلہ جماعت وملت ورلاؤ ولشکر پر ہے، بلکہ تمہارے دلو ں پر بھی اس نے قبضہ جمالیا ہے۔

اب تم خود انصاف اور ہوش سے کام لو اور فیصلہ کرو کہ اب تمہارا وجود کہاں ہے؟ اور تم کہاں کھڑے ہو؟ دیکھو! اب تم غفلت کی چادر اتار پھینکو اور ہوشیار وبیدار ہوکر آگے بڑھو۔ لیکن پوری قوت لگانے سے پہلے پورے طور پر ہوش میں آؤ۔ نشہ خود فراموشی سے باہر نکلو، دل ودماغ کو ایمان وقرآن سے معطر کرو، اخلاق وکردار سے مزین ہوجاؤ، اپنا محاسبہ کرو اور دیکھو کہ تم کہاں کھڑے ہو اور تمہیں کس سمت جانے کی رہنمائی تمہاری عقل اور ایمان کرتا ہے؟ بیدار ہوتے ہی چھت سے چھلانگ نہ لگاؤ کہ اب بیدار ہوگئے، نشہ جاتا رہا اور غفلت کی نیند سے جاگ گئے۔ یہ سب کچھ کافی نہیں ہے، ورنہ اس سے زیادہ بھیانک حادثات وخطرات کے شکار ہوجاؤ گے۔ ان قوموں اور لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جو اپنی بداعمالیوں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے انحطاط وتنزل کا شکار ہوجاتے ہیں۔ دنیا کی نظروں میں ذلیل وخوار نظر آتے ہیں۔ ہر طرح کی پسماندگی اور غربت وفلاکت ان کا پیچھا کرتی نظر آتی ہے۔ ایسے میں وہ مادیت کی ہر راہ کو جسے اسے ہوشیاری اور احتیاط سے برتنے کا حکم تھا اور بسا اوقات قوت لایموت کے طور پر استعمال کرنا تھا، اب وہ اسی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ انہیں اب صرف سیاست میں مسلمانوں کی قوت کا راز پنہاں نظر آتا ہے۔ معیشت ومال کے بغیر کچھ کیا نہیں جاسکتا، قوم کی ترقی کا راز وہاں چھپا نظر آتا ہے۔ دینی وایمانی تعلیم وتربیت کے بجائے خالص مادی وعصری تعلیم میں ترقی کی ساری راہیں نظر آتی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ تخلف اور تنزل کا سارا نزلہ دینی تعلیم پر عضو نازک سمجھ کر گرایا جاتا ہے۔ آہ! تمہاری اس بیداری اور غفلت بیزاری سے مراد اگر یہی صحوۃ اور انقلاب ہے تو تمہارا خواب خرگوش میں رہ کر صور اسرافیل کا انتظار ہی بہتر ہے کہ کم ازکم بیدار نہ ہونے والی قوموں کے لیے فکر ونظر، قول وعمل اور دین وایمان کے یہ فلسفے تو بدلے ہوئے نہ ہوں گے۔ روشنی کی تلاش میں اندھیروں میں گم ہوجانے کا سامان تو نہ ہوگا۔ تم ان حقائق وسچائی اور دین وایمان سے منہ موڑتے ہو تو آنے والی قوم کم ازکم ایسی نہ ہوگی کہ تمہاری اس روش پر گامزن ہوجائے۔

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم (محمد

:۳۸)''اور اگر تم روگردان ہو جاؤ۔تو وہ تمہارے بدلے سوا اور لوگوں کو لائے گا۔جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے۔''

ذرا''ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُم ''پرغور کرو!تم اس بیداری وانقلاب اور الٹ پلٹ میں مزید کسی اور طرف نہ لڑھک جاؤ اور چند قدم اور زیادہ مت بھٹک جاؤ۔چھت سے گر کر زمین بوس مت ہو جاؤ، اصل کی طرف لوٹ آؤ، فطرت کو اپناؤ،'' فطرة الله التی فطر الناس علیھا '' کی طبعی حالت کی طرف لوٹ جاؤ۔اللہ کے قانون، اس کی فطرت اور دین حنیف سے مائل اور الگ ہو کر کسی اور طرف مت جھک جاؤ۔دیکھو!اپنی روش میں تبدیلی پیدا کرو،مگر اصل اصول دین وایمان کو مت بدلو اور نہ تجدد وجدیدیت اور تحریکیت کے نام پر مسلمات اور ایمانیات کو تبدیل کرو!تمہیں حکم ہے سلف صالحین کا راستہ اپنانے کا ،جن کے شیوہ وطیرہ کی خود اس دین مبین کے شارع حکیم نے بایں طور مدح و توصیف فرمائی ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَال '' صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً (الاحزاب:۲۳)''مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنھوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انھیں سچ کر دکھایا۔بعض تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقع کے) منتظر ہیں اور انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

ان اسلاف کرام کی زندگی میں اول دن سے بے شمار حالات ناگفتہ بہ بھی اور بہتر بھی نصیب ہوئے،مگر ان کو حالات کی سنگینی یا زمانے کی شادمانیوں نے اپنے اصل ایمانی موقف ومقام سے ٹس سے مس نہ کیا اور یہی مطلوب ہے ہر مسلمان سے اگر وہ دعویٰ ایمانی کرتا ہے۔دنیا وآخرت میں اس کی ساری کامیابیوں اور کامرانیوں کی بنیاد یہی ہے اور بس اور بقول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم'' نحن قوم اعزنا الله بالاسلام فمهما ابتغينا العزة بغيره اذلنا الله''

یہ فارمولہ اور اصول ہر زمان ومکان اور ہر آن وشان کے لیے حتمی ولابدی ہے اور جب جب امت وجماعت اور فرد اس کے علاوہ کی ترک بھڑک کا شکار ہوا ذلیل وخوار ہوا،ہماری تنگی وپستی کا واحد علاج ہے اسلام سے وابستگی، اس سے استواری اور اس کے لیے جانثاری نہ کہ۔

نہ مال غنیمت و کشور کشائی

نہ تمہیں مشرق کی طرف دیکھنا ہے نہ مغرب کا رخ کرنا ہے۔نہ جنیوا کی طرف نہ سویز رلینڈ کی طرف تاکنا ہے۔بلکہ

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام:۷۹)''میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''کے ورد زبان اور اعمال قلب کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔

حالات کے تھپیڑوں میں تم کبھی بھی جادہ حق سے مت ڈگمگاؤ۔کسی قوم کی ترقی اور ظاہری ترک بھڑک اور وقتی چمک دمک تمہیں راہ استقامت سے برگزشتہ نہ کرے۔کبھی بھی کسی کی طرف للچائی اور شرمائی نظروں سے مت دیکھو۔حالات سے گھبرا کر اور غصہ ہو کر وقتی اور ہیجانی وجذباتی فیصلے مت کرو اور ان کی شدید دشمنی، گندی سیاست،موقع پرستی اور ابن الوقتی والی چالیں تم کو بھی جیسے کو تیسا کرنے پر آمادہ نہ کر دیں۔ان کی عداوت ونفرت تمہیں ناانصافی اور بے اعتدالی کی راہ پر نہ ڈال دے۔وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا (المائدہ:۸)''کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے،''کبھی ان کی دشمنی بائیکاٹ کرنے اور ان سے خرید وفروخت روک لینے کا جذباتی فیصلہ لینے پر مجبور نہ کرے، عام حالات میں تم انفرادی اور شخصی اور گروہی تعصّبات کو ہوا مت دو، ملنے ملانے اور عام روش سے ہٹ کر عداوت و نفرت کی جو آگ اور الاؤ کوئی حریف کسی ملک، ملت اور جماعت میں جلانا چاہتا ہے تم اس میں ایندھن اور پٹرول بن کر شامل مت ہو جاؤ۔تم جس چیز سے اٹھے ہو وہ ربانیت، انسانیت، وحدانیت، یکسانیت، محبت ومودت اور الفت ورحمت کا معجون مرکب ہے۔

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ناطہ توڑنے والے سے خصوصا ناطہ جوڑنے کے لیے برپا کیے گئے ہو۔ تمہارے رسول گرامی قدر رحمۃ للعالمین نے جانی دشمنوں اور انسانیت کے دشمنوں سے قطع تعلق نہ کیا،صلح حدیبیہ جیسے بظاہر گھٹیا اور ظلم پر مبنی معاہدے پر دستخط کر دیئے۔کیا تم بھول گئے کہ زندگی کی سب سے لمبی اور کٹھن راہوں میں دشمن قوم سے ہی سودا کیا اور انہی میں سے ایک لائق فائق شخص عبداللہ ابن اریقط کو اپنا دلیل راہ بنایا اور مزدور رکھا۔تم نے نہیں دیکھا کہ نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد اپنے آپ کو عام معاشرتی زندگی سے الگ تھلگ ہرگز نہیں کیا،البتہ برائیوں

سے کوسوں دور ضرور رہے۔ ملکی اور معاشرتی زندگی میں لوگ زہر آلود رس گھول رہے تھے، بائیکاٹ اور مقاطعہ کا کون ساحربہ تھا جوانہوں نے نہ آزمایا ہو، مگر آپ رحمت عالم ﷺ نے سب کا جواب محبت، مودت، صلہ رحمی، سچائی اور امانت سے دیا۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ ان سنگین حالات میں یہودی سے قرض لیے ہوئے ہیں، ان کی بیجاسختی کو برداشت کررہے ہیں، بے ادبی، بدتمیزی اور انتہائی زیادتی اور گستاخی پر صابر وحلیم اور سراپا رحمت ثابت ہورہے ہیں۔ جب سامنے والے مومن کو غصہ آتا ہے اور وہ جیسے کو تیسا اور ظالم کو اس کے کیفر کردار تک پہنچانے کی ٹھان لیتا ہے تو وہ مومن کو صادق بدلہ لینے سے منع کرتے ہیں اور اس کو حسن طلب اور اپنے آپ کو حسن ادا کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں دشمنیوں اور عداوتوں کا ایک فریق کی طرف سے ننگا ناچ ناچا جارہا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ سرزمین عرب میں آپ کی دھاک بیٹھ چکی ہے، بازاروں اور گلیوں میں آپ کا سکہ چلتا ہے، آپ ہی کا ہر طرف بول بالا ہے۔ اللہ جل شانہ نے مارکیٹ اور سب کچھ آپ کے حوالے کردیا ہے، دنیا جوق در جوق دین میں داخل ہورہی ہے۔ ایسی حالت میں زندگی کا آخری دنیاوی سودا دنیا کی سب سے بدترین قوم کے ایک فرد سے کررہے ہیں۔ وہ جو کے چند صاع کے عوض۔ جس کے بارے میں ''فیہ بأس شدید'' کا کلمہ وارد ہوا ہے، جنگی سازوسامان، بہترین دفاعی اوزار وہتھیار گروی رکھ کر، وہ بھی کس کے ہاتھ میں رکھ کر اور کن آخری اوقات میں! سچ ہے۔

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

دنیا تم کوالگ تھلگ مکمل طور پر کردینا چاہتی ہے، تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر دم لینا چاہتی ہے، تمہیں گوشہ گمنامی اور حالات کی سونامی میں گم کردینا چاہتی ہے، ایسے میں تم خود جڑے رہو جوڑتے رہو۔

ملو ملاؤ کہ ملنے سے بات بنتی ہے
اسی پتوار سے انسانیت کی ناؤ چلتی ہے

اور بقول کسے

چمن میں اختلاط رنگ وبو سے بات بنتی ہے
ہم ہی ہم ہیں تو کیا ہم ہیں، تم ہی تم ہو تو کیا تم ہو

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

ربوبیت الٰہی کا اقرار

عبیداللہ الباقی اسلم

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق، مالک، رازق اور مدبر کائنات ہے، چنانچہ ہر شخص اس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے، امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لیس فی الأرض أحد من ولد آدم الا وهو يعرف أن ربه الله (تفسیر طبری: ۶/۱۱۶) ''روئے زمین میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی ایسا نہیں جو یہ نہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا رب ہے۔''

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أهل الفطر كلهم متفقون على الاقرار بالصانع (الفتاوی الکبری ۶/ ۳۶۸) ''فطرت (سلیم) والے سب کے سب صانع (رب کی ربوبیت) کے اقرار پر متفق ہیں۔''

ایک جگہ اور فرماتے ہیں: ان الاقرار بالخالق وكماله يكون فطريا ضروريا فی حق من سلمت فطرته (مجموع الفتاوی ۶/۳/ ۷۳) ''بے شک خالق اور اس کے کمال کا اقرار ان تمام لوگوں کے حق میں فطری وضروری (امر) ہے جن کی فطرت سلیم ہو۔''

ربوبیت الٰہی کا اقرار فطری طور پر انسانوں کے دل میں مرکوز ہے جس کا عہد انسانوں سے وجود میں آنے سے قبل ہی لیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی (سورہ الأعراف: ۱۷۲) ''اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اس ذریت سے جوان کے ہیکل سے (نسلاً بعد نسل) پیدا ہونے والی تھی عہد لیا تھا اور انہیں (یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کی فطرت میں) خود اس پر گواہ ٹھہرایا تھا ''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟'' سب نے جواب دیا تھا کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے)''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقوله: (أشهدهم) يقتضى أنه هو الذى جعلهم شاهدين على أنفسهم بأنه ربهم، وهذا الاشهاد مقرون بأخذهم من ظهور الآباء... (درء تعارض العقل والنقل ۸/ ۴۸۷)'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''ان کو گواہ بنایا'' اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ ہی نے ان سے ان کے مقابلے میں یہ اقرار لیا کہ وہی ان کا رب ہے، اور انہوں نے اپنے باپ کی پیٹھ سے (نکلنے سے قبل ہی) اس گواہی کا اقرار کیا ہے۔''

مزید فرماتے ہیں کہ: فاذا كان فی فطرتهم ما شهدوا به من أن الله وحده هو ربهم، كان معهم ما يبين بطلان هذا الشرك، وهو التوحيد الذى شهدوا به على أنفسهم، فاذا احتجوا بالعادة الطبيعية من اتباع الآباء، كانت الحجة عليهم الفطرة الطبيعية العقلية السابقة لهذه العادة الأبوية (درء تعارض العقل والنقل ۸/ ۴۹۱)'' تو جب ان کی فطرت میں وہ (معرفت موجود) ہے جس کی انہوں نے گواہی دی ہے، یعنی صرف اللہ ہی ان کا پروردگار ہے، لہٰذا ان کے پاس (یہ ایک ایسی دلیل ہے) جو اس شرک کے باطل ہونے کو بیان کرتی ہے، اور (یہ دلیل دراصل) وہ توحید ہے جس کی گواہی خود انہوں نے دی ہے، چنانچہ اگر وہ باپ (دادا) کی اتباع کو (اپنے شرک کے لئے) دلیل بنائیں تو اس وراثتی عادت کے تئیں سابقہ طبعی وعقلی فطرت ان کے خلاف (ایک ٹھوس اور مضبوط) دلیل ہے۔''

اور علامہ ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''خدا کی ہستی کا اعتقاد انسان کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے، اور فطرت انسانی کی اصلی آواز ''بلی'' ہے، یعنی: تصدیق ہے، انکار نہیں ہے، اور اسی لئے کوئی انسان اپنی غفلت کے لئے معذور نہیں ہوسکتا ہے، اور یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ آباء واجداد کی گمراہی سے میں بھی گمراہ ہو گیا کیونکہ اس کے وجود کے باہر گمراہی کے کتنے ہی مؤثرات جمع ہو جائیں لیکن اس کی فطرت کی اندرونی آواز کبھی دب نہیں سکتی ہے، بشرطیکہ وہ خود اس کے دبانے کے درپے نہ ہو جائے، اور اس کی طرف سے کان بند نہ کرلے۔'' (ترجمان القرآن ۲/ ۹۳)

خلاصۂ کلام: ربوبیت الٰہی کی معرفت وجود میں آنے سے پہلے ہی انسانوں کے دلوں میں موجود ہوا کرتی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (سورہ الروم: ۳۰)'' (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كون الخلق مفطورين على

دین اللہ الذی هو معرفة اللہ والاقرار به... (درءتعارض العقل والنقل ۳۲۲/۴) ''اورانسان اللہ کے دین پر پیدا کئے گئے ہیں جو (درحقیقت) اللہ کی معرفت اوراس (کی ربوبیت) کااقرار ہے۔''

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور کمال صفات کے اقرار پر تمام لوگوں کا اجماع رہا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقد ذكر أرباب المقالات ما جمعوا من مقالات الأولين والآخرين فى الملل والنحل والآراء والديانات فلم ينقلوا عن أحد اثبات شريك مشارك له فى خلق جميع المخلوقات ولا مماثل له فى جميع الصفات " (مجموع الفتاوى ۹۶/۳) ''اصحاب مقالات نے مختلف ادیان ومذاہب کے بارے میں متقدمین ومتاخرین کے مقالات کو جمع کیا ہے مگر کسی ایسے شخص کے بارے میں نقل نہیں کیا ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ تمام مخلوقات کی تخلیق میں کوئی اور بھی اللہ تعالیٰ کا شریک کار ہے، اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں کوئی مماثل بھی ہے۔

سابقہ تمام قوموں نے توحید ربوبیت کا اقرار کیا، لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کے سامنے اسی توحید ربوبیت کو توحید الوہیت کے لئے بطور حجت پیش کیا: قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض (سورہ ابراہیم:۱۰) ''ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔''

گویا انبیاء کرام علیہم السلام اوران کی قوموں کے درمیان توحید ربوبیت کو لے کر کوئی جھگڑا نہیں تھا، جھگڑا تو حیدالوہیت کی وجہ سے تھا: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَاهُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ (سورۃ النمل:۴۵) ''یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔''

یعنی ایک فریق تو ان کی رسالت کی تصدیق کر رہا تھا، جبکہ دوسرا فریق انکار کر رہا تھا (دیکھیں: تفسیر الطبری: ۵۳۰/۹، وتفسیر ابن کثیر: ۴۸۸/۳)

مشرکین مکہ بھی توحید ربوبیت کا اقرار کیا کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (سورہ الزخرف:۸۷) ''اوراگر تم ان سے پوچھو گے کہ کس نے انہیں پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے اللہ۔

اور فرمایا: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (سورہ الزمر:۳۸) ''اوراگر تم ان سے پوچھو گے کہ کس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے اللہ''

اور فرمایا: وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ (سورہ یونس:۳۱) ''اور کون معاملات کی تدبیر کرتا ہے، تو ضرور کہیں گے اللہ''

زمانہ جاہلیت کے شعراء کے یہاں بھی ربوبیت الٰہی کے اقرار کا ذکر ملتا ہے، زہیر بن ابی سلمی نے کہا کہ

فلا تكتمن الله ما فى نفوسكم
ليخفى ومهما يكتم الله يعلم

(المعلقات السبع مع الحواشی المفیدۃ للزوزنی ص:۷۹)

''تم اللہ سے اپنے دل کی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو (یہ سمجھ کر) کہ وہ اللہ سے چھپ جائے، اور جو بھی چھپایا جائے، اللہ (ظاہر وباطن ہر چیز کے بارے میں) جانتا ہے۔''

لبید نے کہا کہ:

ألا كل شئى ما خلا الله باطل
وكل نعيم لا محالة زائل

(دیوان لبید بن ربیعہ، ص:۱۳۲)

''جان لو کہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے، اور ہر نعمت (ایک نہ ایک دن) ضرور زائل ہوا کرتی ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید کے اس شعر کے بارے میں فرمایا کہ:
أصدق كلمة قالها الشاعر، كلمة لبيد (صحیح البخاری: ح۔۳۸۴۱)، وصحیح مسلم ح۔۲۲۵۵) ''سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے، وہ ہے لبید کی بات

اور عنترہ نے کہا کہ

يا عبل أين من المنية مهربى
ان كان ربى فى السماء قضاها

(دیوان عنترہ، ص:۹۲)

''اے عبل! موت سے میں کہاں بھاگ سکتا ہوں میرا رب جو آسمان میں ہے وہ اس کا فیصلہ کر چکا ہے۔''

مگر مشرکین مکہ کا یہ اقرار نجات کے لئے کافی نہیں تھا، بلکہ اس کے ساتھ توحید الوہیت کا اقرار کرنا بھی ضروری تھا، اسی لئے اس ربوبیت الٰہی کے اقرار کے باوجود انہیں مشرک کہا گیا: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (سورۃ یوسف: ۱۰۶) ''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد اور

عبدالرحمٰن بن زید رحمہم اللہ وغیرہم سلف صالحین نے کہا ہے کہ مشرکین مکہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، مگرانہیں پھربھی اس آیت کریمہ میں مشرک کہا گیا ہے۔(دیکھیں:تفسیر الطبری:۱۶/۲۸۹)

خلاصہ کلام: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار نجات کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ توحید الوہیت کا اقرار کرنا، اوراس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اوراسی لئے توحید الوہیت ہی شرک سے نجات دلانے والی ہے، محض توحید ربوبیت (کا اقرار کافی نہیں ہوگا) کیونکہ بت پرست اس بات کا اقرار کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا ہر چیز کا خالق، ان کا مالک ہے، اورلیکن جب وہ توحید الوہیت (کے مقاصد کو بروئے کار) نہ لائے، جس کی حقیقت اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا ہے تو توحید ربوبیت (کا یہ اقرار) انہیں کام نہ آیا‘‘ (عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین ص: ۳۵)

بنابریں جولوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توحید ربوبیت ہی اصل مقصود ہے، یا اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں ایک ماننے سے لا الہ الا اللہ کے مقاصد متحقق ہو سکتے ہیں، یا پھر توحید ربوبیت کا اقرار ہی نجات کے لئے کافی ہے تو یہ عقیدہ باطل ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو کہ ’’لا الہ الا اللہ‘‘ میں ’’الہ‘‘ سے مراد خالق یا موجود یا متفرد بالملک یا قادر علی الاختراع نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی ہے معبود برحق لہٰذا تمام معبودان باطلہ کا انکار کیا جائے اور ساری عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا جائے یقیناً اسی سے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے مقاصد بروئے کار لائے جاسکتے ہیں اوراسی سے انسان کی نجات بھی ممکن ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’مشرکین بھی ربوبیت الٰہی کا اقرار کیا کرتے تھے مگر وہ اس شرک سے خارج نہیں قرار پائے جس (کے ارتکاب کی وجہ) سے اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن کریم کے اندر مشرک قرار دیا ہے، لہٰذا (اس اقرار ربوبیت کے ساتھ) ضروری تھا کہ وہ اس بات کا بھی اقرار کرتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور الہ سے مراد قادر اختراع (کوئی نئی چیز ایجاد کرنے پر قدرت رکھنے والا) نہیں ہے، جیسا کہ بعض ائمہ متکلمین کا گمان ہے کہ الٰہیت سے مراد اللہ کے سوا کسی اور کو قدرت اختراع حاصل نہیں ہے چنانچہ جس شخص نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر اختراع نہیں ہے تو اس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، حالانکہ اس بات کا اقرار تو مشرکین بھی کیا کرتے تھے پھر بھی وہ مشرک قرار دیئے گئے جیسا کہ اس پر گفتگو ہو چکی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معبود برحق وہ ہے جو تمام عبادتوں کا مستحق ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۳/۱۰۱)

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات و کاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد و مدارس و جامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ و اساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی و ضلعی جمعیات و معروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف و اضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج و دی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فروغ انسانی وسائل

ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی
میڈیا کوآرڈینیٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

فروغ انسانی وسائل(Human Resources Development) کا موضوع نہایت قدیم اور کافی اہم ہے۔انسانی وسائل کسی بھی کمیونٹی، سماج اور ملک و ملت کا قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں۔سیرت نبویﷺ کے اندر بھی اس کا بطور خاص اہتمام پایا جاتا ہے۔البتہ فی زمانہ اسے نئے قالب میں اور نئے مفاہیم اور نئے تصورات کے ساتھ اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ گویا یہ موضوع عصر جدید کی پیداوار ہو۔حالانکہ فروغ انسانی وسائل کے جدید وقدیم تصورات ومفاہیم اور اہداف میں کافی فرق ہے اور زیادہ سے زیادہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے۔

رسول انسانیتﷺ کی سیرت طیبہ میں فروغ انسانی وسائل کا تصور نہایت جامع اور وسیع ہے اور یہ انسانی زندگی کے روحانی ومادی تمام گوشوں اور شعبوں کو محیط ہے۔جبکہ جدید تصورات کی رو سے فروغ انسانی وسائل محض ملازموں کو ان کی ذاتی اور تنظیمی صلاحیتوں، قابلیتوں، مہارتوں اور معلومات کی ترقی میں مدد دینے کا نظام ہے۔اس کا بنیادی مقصد اعلیٰ درجہ کے کارکن تیار کرنا ہے تاکہ تنظیم اور ملازمین گاہکوں کی خدمت کے حوالے سے اپنے کام کے مقاصد کو حاصل کرسکیں۔اس حوالے سے اقوام متحدہ کا جاری کردہ ہیومن ڈیولپمنٹ انڈیکس ایک مستند حیثیت رکھتا ہے، جس میں تعلیم، معیارِ زندگی، اوسط عمر اور صحت مند زندگی بھی شامل ہے۔لیکن یہ ساری باتیں انسانی زندگی کے کسی خاص پہلو یا چند پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں؛ مثلاً افراد کی ذاتی نشوونما، افرادکار کی تربیت، افرادِکار کے مستقبل کی منصوبہ بندی، استعداد میں اضافہ اور اداروں کی ترقی وغیرہ۔ان سارے تصورات میں مارکیٹنگ اور مادیت کا پہلو کافی نمایاں ہے اور ان میں روحانیت اور اخلاق واقدار کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی ہے۔جس کی وجہ سے اداروں، تنظیموں حتی کہ حکومتوں کے اندر کرپشن، چور بازاری، استحصال اور فساد وبگاڑ جزء لاینفک بن گیا ہے اور جس پر قابو پانے میں درجنوں حکومتی مشنریاں اور خفیہ ایجنسیاں ناکام ثابت ہورہی ہیں۔

جبکہ اسلامی تصور فروغ انسانی وسائل کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اس حوالے سے اپنی توجہ ترجیحی طور پر روحانیت اور اخلاق واقدار پر مرتکز کرتا ہے اور فرد جو کہ انسانی وسائل کی اکائی ہے کی تعلیم وتربیت اور صلاحیتوں اور مہارتوں کو ایمان وایقان سے جوڑ کر کے پیش کرتا ہے۔''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ،اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ،عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ''(العلق:۱-۵)''پڑھ!اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔تو پڑھتا رہ، تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔''

رسول اللہﷺ کا وظیفہ بھی یہی بتایا گیا کہ وہ لوگوں کے اندرون وبیرون کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق وکردار کو سنوارتے ہیں:''لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ''(آل عمران:۱۶۴)''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالی کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

رسول اللہﷺ نے فروغ انسانی وسائل کی بلند وبالا عمارتوں کو انہی اساسیات اور بنیادوں پر استوار کیا اور اس کے روحانی، جسمانی، صحی، اخلاقی، سماجی، ذہنی اور مادی پہلوؤں کی نشاندہی فرمائی اور ان کو برت کر انسانی وسائل کے فروغ کا نمایاں کارنامہ انجام دیا، ہر میدان کے لئے تربیت یافتہ رجال کار تیار کئے، اس کام میں پورے اخلاص کے ساتھ مسلسل لگے رہے، اسے اپنا ہم وغم بنالیا اور اسی فکر میں گھلے جاتے رہے۔قرآن کریم میں اس تعلق سے آپﷺ کی اندرونی حالت وکیفیت اور جذبے کی تصویر کشی بایں طور کی گئی ہے:''فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا''(سورۃ الکہف/۶)''پس اگر یہ لوگ اس بات (قرآن کریم) پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کرڈالیں گے۔''

وسائل انسانی کے فروغ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل فکرمندی و دردمندی کے ساتھ ساتھ شبانہ روز مساعی روز روشن کی طرح عیاں تھی۔آپ چاہتے تھے کہ اس راہ کے سارے کیل کانٹے درست ہوجائیں، تاریکی اور جمود وتعطل کے پرستاروں اور شرک جیسے ظلم عظیم کے علمبرداروں کا زور ٹوٹ جائے اور وہ قوم جسے کل کو دنیا کی قیادت کرنی تھی وہ توہم پرستی، ظلم وجور اور جاہلیت اولی کی دلدل اور تنگنائی سے

نکل کر علم وتمدن، عروج وترقی، آزادی رائے وضمیر اور عدل ومساوات کی روشن ووسیع شاہراہ پر گامزن ہوجائے۔ اس لئے جب حالات ناگفتہ بہ ہوگئے اور مکہ میں روشن خیالوں اور ترقی پسندوں کا جینا دوبھر ہوگیا تو ان نا مساعد حالات میں آپ نے اس قافلۂ سخت جاں کو آگے بڑھانے کے لئے عرب کے دو طاقتور سرداروں میں سے کسی ایک کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی: ''اللّٰهمَّ أعزَّ الإسلامَ بأحبِّ هذين الرَّجُلَيْنِ إليکَ بأبی جهْلٍ أو بعُمرَ بنِ الخطَّابِ قالَ: وَكانَ أحبَّهما إليهِ عمرُ'' (سنن ترمذی، ابواب المناقب) ''بارالہا! اسلام کو ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تمہیں محبوب ہو اس کے ذریعہ طاقت وقوت عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ ان میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ کے محبوب نکلے۔''

اسی طرح اسلام اور کفر کے اولین معرکہ غزوہ بدر میں جب فروغ انسانی وسائل کے کاز کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا تھا اور انسانیت کے دشمن ایک ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ کی چھوٹی بستی کے کُشتے کے پُشتے لگانے کے لئے چڑھ دوڑے تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ اندیشۂ دراز میں غلطاں اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہ دعا فرمارہے تھے: ''اللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لي ما وَعَدْتَنِي، اللّٰهُمَّ آتِ ما وَعَدْتَنِي، اللّٰهُمَّ إنْ تُهْلِكْ هذِه العِصَابَةَ مِن أَهْلِ الإسْلَامِ لا تُعْبَدْ في الأرْضِ، فَما زَالَ يَهْتِفُ برَبِّهِ، مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ القِبْلَةِ، حتَّى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عن مَنْكِبَيْهِ... الحديث'' (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ...) ''اے اللہ! تونے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا فرما، اے اللہ! تونے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا تھا اسے عطا فرما، اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر تیری بندگی ہرگز نہیں ہوگی۔ آپ ﷺ قبلہ رو ہوکر اپنے ہاتھوں کو پھیلائے اپنے رب کو پکار رہے تھے، حتی کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے کندھے سے گرگئی۔۔۔''

رسول اللہ ﷺ نے فروغ انسانی وسائل کے جذبہ اور مقصد سے فتح مکہ کے موقع پر ایسے ایسے مجرمین کو بخش دیا جن کو دنیا کا ہر قانون قابل گردن زدنی قرار دے چکا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان مجرمین سے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا: ''اذهبوا فأنتم الطلقاء'' (ابن ابی شیبہ، حاکم) جاؤ، تم سب آزاد ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ان سارے مواقف طیبہ کے فروغ انسانی وسائل کے حوالے سے کیا عظیم الشان اثرات ہوئے وہ سب پر عیاں ہیں۔ انسانی وسائل میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی جس کی قرآن کریم نے بھی گواہی دی۔ ''إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ، وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا'' (النصر: ۱-۳) ''جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے، تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

رسول اکرم ﷺ نے انسانی وسائل کو ترقی دینے کی غرض سے لوگوں کے دلوں میں سب سے پہلے ایمان باللہ کی جوت جگائی اور توحید ورسالت اور ایمان بالملائکہ کی اہمیت وضرورت اور تقاضوں سے ان کو آشنا کیا اور بتایا کہ الٰہی ہدایات کے بغیر فروغ انسانی وسائل کا تجربہ کامیاب نہیں ہوسکتا، ان کو صبر وشکیبائی کا خوگر بنانے کے لیے ایمان بالقضاء والقدر کی اہمیت وضرورت سے آگاہ کیا اور ان کے دلوں میں فکر آخرت جاگزیں کی کہ اس سے انسان کے اندر احساس جوابدہی پیدا ہوتا ہے۔ ''أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتومن بالقدر خيره وشره'' (مسلم، کتاب الایمان، عن عمر بن خطاب) ''تم اللہ تعالی پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور آئندہ پیش آنے والے اچھے بھلے نوشتہ تقدیر پر ایمان لاؤ۔''

ہمارے نبی ﷺ نے مارکیٹ اور دفاتر کی ضرورتوں کے پیش نظر افراد کار اور ملازمین ہی تیار نہیں کیے بلکہ آپ نے ہر شعبہ حیات سے متعلق کارکنان اور خدمت گار پیدا کیے اور ان کے اندر احساس ذمہ داری بیدار کیا اور سب کو اپنی ذمہ داریوں اور کارکردگیوں کے تئیں جواب دہ بھی بنایا۔ فرمایا: ''أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ'' (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ: (أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول و اولی الامر منکم) ''آگاہ ہوجاؤ! تم میں سے ہر ایک شخص مسئول ونگہبان ہے اور ہر ایک شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (امیر المؤمنین) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہوجاؤ کہ تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور ہر ایک شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔''

نیز ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ القِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ

أَبْلَاهُ‘‘(سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص)’’قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں گنوایا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں بوسیدہ کیا۔‘‘

رسول اکرم ﷺ نے ہیومن ریسورس کے عمل کو جہاں روحانی اور اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا، وہیں اس اہم منصوبے کو عملی جامہ پہنانے اور زمینی سطح پر اتارنے کے لئے متعدد حکمت عملی اپنائی اور اسالیب اختیار فرمائے۔ مثلاً:

جامع منصوبه بندی: رسول اکرم ﷺ نے مکہ میں صالح معاشرہ کی تشکیل، عدل وانصاف کے قیام اور استقرارِ امن کے اعلی مقاصد کے پیش نظر وسائل انسانی کو فروغ وترقی دینے کے لئے نہایت حکیمانہ اسلوب وطریقہ کار اختیار کیا اور اس مہم کو انجام دینے کے لئے آپ نے اپنی مساعی جمیلہ کو منصوبہ بند طریقے سے مختلف پانچ مراحل میں تقسیم کیا۔ سب سے پہلے قریب کے رشتہ دار اور خاص احباب پر توجہ مبذول کی جسکے نتیجے میں اولاً شریک حیات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عم زاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور خادم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شکل میں انسانی وسائل کا اضافہ ہوا، پھر ان حضرات کی کوششوں سے بلال رضی اللہ عنہ، عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ، خالد بن سعد رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، طلحہ بن سعد رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ، ارقم رضی اللہ عنہ، ام الفضل رضی اللہ عنہا، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا وغیرہم کاروان انسانیت کا حصہ بنے۔

دوسرے مرحلے میں اللہ کے رسول ﷺ نے قوم اور شہر کے لوگوں کو اپنی دعوت اور انسانیت سازی کا مرکز بنایا اور ایک روز کوہ صفا پر چڑھ کر اسلامی دعوت کو درکار انسانی وسائل کے فروغ کے کاز کو وسعت دینے کی کوشش کی، پھر کوچہ و بازار کا رخ کیا۔ عکاظ، ذوالمجاز اور ذوالمجنہ مکہ کے مشہور میلے ٹھیلے تھے، وہاں بھی گئے اور بہت سے سعادت مندوں کے اندرون کو بدل کر ان کے روئے زیبا سے ضلالت وگمراہی اور جمود وتعطل کے کیل مہاسے اور میل صاف کر کے اس کو نور توحید سے مجلی ومصفی بنا دیا۔

تیسرے مرحلے میں مکہ کے اطراف وجوانب کے قبائل کی طرف اپنی توجہات مرکوز فرمائیں اور طائف وغیرہ کا سفر کیا۔ پھر عقبہ اولی وثانیہ ہوئی اور ہجرت مدینہ کا دل سوز واقعہ پیش آیا۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے انصار ومہاجرین کے مابین مواخات قائم کرایا اور وہاں کے قبائل اور اہل مذاہب کے ساتھ تاریخی پر امن تعایش باہمی کا معاہدہ کیا۔

چوتھے مرحلے میں آپ نے عرب کے جملہ حصص اور قبائل کا رخ کیا اور پانچویں مرحلے میں دنیا کی جملہ اقوام متمدنہ اور جملہ مشہور مذاہب میں فروغ انسانی وسائل کے لئے کام کیا۔ سفراء اور ایلچی بھیج کر مختلف فرماں روائے مملکت سے سفارتی تعلقات استوار کئے اور ان میں سے اکثر کو اپنا ہم خیال اور ہم آواز بنایا۔

ان ساری مساعی جمیلہ اور کامیاب اسٹریٹیجی کا یہ اثر ہوا کہ وسائل انسانی کا قابل لحاظ اثاثہ آپ کے گرد جمع ہو گیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ وسائل انسانی کا سیلاب ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ (دیکھئے: رحمۃ للعالمین، جلد اول)

وسائل انسانی کی مردم شماری: رسول اکرم ﷺ نے انسانی وسائل کے فروغ کے مقصد سے جن طریقہ ہائے کار اور اسالیب کو اختیار کیا ان میں میسر وسائل انسانی کی مردم شماری تھی۔ آپ نے افرادی قوت کا اندازہ لگانے کے لئے سب سے پہلے لوگوں کی مردم شماری کرائی۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’**أكتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس**‘‘(بخاری، کتاب الجہاد والسیر)’’جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھ چکے ہیں ان کے نام لکھ کر میرے پاس لاؤ۔‘‘ بعد ازاں آپ ﷺ نے ان بنیادی ضرورتوں کا سامان کیا اور سہولیات فراہم کیں، مبادا بے سروسامانی کے سبب وسائل انسانی کا یہ مجمع جسے آپ تنکا تنکا کی شکل میں جمع کر رہے تھے، پریشانی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر بکھر جائے۔ مدینہ میں پانی کی فراہمی بہت اہم مسئلہ تھا، مسلمان یہودی کے کنویں ’بئر رومہ‘ سے پانی لیتے تھے اور وہ بدبخت یہودی مسلمانوں کے ساتھ بڑی گستاخی اور شرارت کرتا تھا۔ آپ نے اس کنویں کو خریدنے کا پروگرام بنایا اور آپ کی ترغیب پر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ (صحیح بخاری، باب الشرب و من رأى صدقة الماء هبة)

روزی روزگاران کے لئے اہم مسئلہ تھا، چنانچہ اقتصادی ومعاشی طور پر لوگوں کو مضبوط بنانے کے لئے اور بزنس مین تیار کرنے کے لئے مدینہ میں آپ نے المناخہ کے نام سے بازار کی تعمیر فرمائی۔ (وفاء الوفاء للسمهودي)

ساتھ ہی آپ نے بزنس اور بزنس مین کی فضیلت بیان فرمائی۔ کہا: ’’**التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء**‘‘(سنن ترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار و تسمية النبی ﷺ اياهم) سچے اور امانت دار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوں گے۔

مختلف خدمات کے لئے متعدد صلاحیتوں کے حامل افراد کا انتخاب

رسول اکرم ﷺ نے فروغ انسانی وسائل کے لئے ایک قدم یہ اٹھایا کہ موجودہ

وسائل انسانی میں سے ہر فیلڈ کے لئے الگ الگ موزوں اور مناسب افراد کا انتخاب فرمایا اور ان کو ان کی صلاحیتوں کے لحاظ سے ذمہ داریاں تفویض کیں۔ مثلاً صوبوں کی گورنری کے لئے طاقت وقوت درکار ہوتی ہے، اولیاء الامور کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس منصب کے لئے آپ نے مضبوط اور طاقت ور لوگوں کا انتخاب کیا، حتی کہ کوئی شخص کسی عہدہ کے لئے خواہش مند بھی ہوا لیکن وہ طاقت ور اور اہل نہیں تھا تو آپ نے اسے منع فرمادیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے گورنر نہیں بنائیں گے؟ تو آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''انک رجل ضعیف'' کہ آپ کمزور ہیں، اور یہ امارت امانت ہے۔ قیامت کے دن شرمندگی اور رسوائی کا باعث ہوگی الا یہ کہ جس نے اسے حق کے مطابق قبول کیا اور متعلقہ ذمہ داری جو اس پر عائد ہوئی تھی اسے اچھی طرح سے ادا کیا''۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ)

حکومتی ذمہ داری کے لئے ایک دوسری صفت امانت داری ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے کسی کو ذمہ داری سونپتے وقت اس بات کا از حد خیال رکھا کہ وہ امانت دار ہو اور اس منصب کی اہلیت ولیاقت رکھتا ہو۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''جب امانت داری دنیا سے اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر''۔ دریافت کیا گیا کہ امانت داری اٹھ جانے کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا: ''اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ'' یعنی جب نااہلوں کو حکومت کے کاروبار سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من سئل علما و هو مشتغل فی حدیثه، فأتم الحدیث ثم أجاب السائل)

اسی طرح جب اذان دینے کا معاملہ سامنے آیا اور اذان کے لیے بلند آوازی ضروری ہے، تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم جنہوں نے خواب میں اذان دیکھی تھی، کو حکم دیا کہ تم بلال کے ساتھ اٹھ کر جاؤ اور جو کلمات تم نے خواب میں دیکھے ہیں، وہ انہیں بتاتے جاؤ تاکہ وہ اس کے مطابق اذان دیں ''فانه أندى صوتا منك'' کہ ان کی آواز تم سے بہ زیادہ بلند ہے۔ (سنن ابوداود، باب کیف الاذان)

تدریب وٹریننگ اور تعلیم وتربیت کے ذریعہ انسانی وسائل کا فروغ

رسول اللہ ﷺ نے انسانی وسائل کی ترقی اور صلاحیتوں کے فروغ کے لئے تعلیم وتربیت اور تدریب وٹریننگ کا طریقہ کار اختیار فرمایا۔ حصول علم سب کے لئے فرض قرار دیا۔ ''طلب العلم فریضة علی کل مسلم'' (سنن ابن ماجہ) نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اصحاب کی خود تربیت اور تزکیہ واصلاح کا فریضہ انجام دیا بلکہ ایسے علوم ومعارف جن کے ماہرین اسلامی معاشرے میں نہیں پائے جارہے تھے ان کی تعلیم وتدریس کے لئے باہر سے ماہرین کو بطور بوروہائر کیا اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرکے انسانی وسائل کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں آپ کے لئے یہود کی کچھ تحریریں سیکھ لوں۔ آپ نے فرمایا: میں یہود کی تحریر پر اعتماد واطمینان نہیں کرتا، چنانچہ ابھی آدھا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے آپ کے لئے اسے سیکھ لیا۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے سیکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کو یہود کے پاس کچھ لکھ کر بھیجنا ہوا تو میں نے ان کے پاس لکھ کر بھیج دیا، اور جب یہودیوں نے کچھ لکھ کر آپ کو بھیجا تو میں نے ان کی تحریر پڑھ کر رسول اکرم ﷺ کو سنا دیا۔ (سنن ترمذی، باب ماجاء فی تعلیم السریانی)

امام ترمذی نے اس حدیث کو ایک دوسرے واسطے سے بھی روایت کی ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ (ایضا)

اللہ کے رسول ﷺ نے فروغ انسانی وسائل کے حوالے سے صرف یہی نہیں کہ سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا بلکہ عصری علوم سکھانے کے لئے آپ نے بدر کے قیدیوں کی خدمات حاصل کیں اور ان میں سے جو پڑھے لکھے اور فدیہ نہیں دے سکتے تھے ان کے لئے طے کیا کہ وہ مسلم بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں اور خلاصی پاجائیں۔ (مسند احمد عن ابن عباس)

رسول اللہ ﷺ نے بسا اوقات نازک ترین اوقات میں بھی غیر مذہب سے وسائل انسانی ادھار لے کر ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا، چنانچہ ہجرت جیسے انتہائی اسٹریٹیجک اور نہایت حساس حیثیت کے حامل سفر میں آپ نے بنوعبد بن عدی کے ایک مشرک شخص (عبداللہ بن اریقط) کو دلیل راہ بنایا۔ (بخاری، باب هجرة النبی واصحابه الی المدینة)

نگرانی و جائزہ: فروغ انسانی وسائل کے حوالے سے سیرت نبوی میں ایک اہم عنصر نگرانی وجائزہ کا نمایاں طور پر پایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام خصوصاً ولاۃ الامور کی تربیت اس طرح فرمائی کہ ان کے اندر کرپشن اور معاشی استحصال وغیرہ جو کسی بھی حکومت یا ادارہ کی اسپرٹ کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں، کا نام ونشان اور ادنی شائبہ تک نہ پایا جاسکے۔ آپ نے اس سلسلے میں ہر ممکن طور پر احتیاطی تدابیر اختیار فرمائیں اور ہر ممکنہ چور دروازے کو بند کیا جس سے کرپشن اور نوکر شاہی کی دیگر لعنتیں راہ پاسکتی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ابن اللتبیہ کو بنی ازد کے پاس زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو صحابہ سے کہا کہ یہ مال آپ کا یعنی بیت المال کا ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ایک بلیغ خطبہ دیا اور حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا: میں تم میں سے چند آدمیوں کو ان امور کے لئے مامور کرتا ہوں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے حاکم بنایا ہے، لہذا تم میں سے ایک شخص جسے میں نے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کیا ہے جب وہ اپنا کام کرکے واپس آتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مال تمہارے لئے ہے اور یہ مال

مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ اس سے پوچھو کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا کہ تحفہ بھیجنے والے اس کو گھر میں بیٹھے تحفہ بھیج دیتے۔ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی شخص کوئی چیز ناحق لے گا، اسے وہ قیامت کے دن رسوائی اور ذلت کے طور پر اٹھائے ہوئے لائے گا۔ (صحیح بخاری، كتـــاب الهبة و فضلها و التحريض عليها، باب من لم يقبل الهدية لعلة)

یہ تو ہوئی نگرانی کی مثال، ذرا گورنروں کے اہلیتی ٹیسٹ اور ان کی صلاحیتوں کے جائزہ کی مثال ملاحظہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح ان کی صلاحیتوں کا امتحان لے کر ان کی کمیوں کو دور کرتے اور ان کی ہمت افزائی کر کے ان کے اندر موجود قابلیتوں کو جلا بخشتے تھے۔ مشہور واقعہ ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت کیا کہ جب تمہارے پاس کوئی قضیہ آئے گا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ فیصلہ کتاب اللہ میں موجود نہ ہو تو پھر کیا کرو گے۔ کہا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، دریافت ہوا کہ اگر نبی کی سنت میں بھی نہ ملے تو؟ کہا کہ میں اجتہاد سے اپنی رائے قائم کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں برتوں گا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ”الحمدلله الذى وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله“ کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، اس روایت کے تعلق سے محدثین نے کلام کیا ہے۔)

اعلیٰ انسانی و اخلاقی اقدار کی ترسیخ: رسول اللہ ﷺ نے انسانی وسائل کے فروغ وترقی کے لئے سماج ومعاشرہ میں اخلاق عالیہ اور اقدار مسلمہ کا بیج بویا اور کمال حکمت ودانائی سے مختلف صلاحیتوں کو صالح اقدار کی آبیاری کر کے اوج کمال تک پہنچا دیا۔ اس کے لئے کبھی ترغیب کا سہارا لیا تو کبھی ترہیب کا اسلوب اختیار فرمایا۔ کبھی سوال وجواب کے ذریعہ صحیح عقیدہ اور اعلیٰ قدروں کو مضبوط کیا، آزادی فکر وضمیر، اتحاد و یگانگت، امن پسندی، عدل وانصاف، مظلوموں کی حمایت، غریبوں کی مدد، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، سلام کا فروغ، بھوکوں کو کھانا کھلانا، اشاعت فحش سے اجتناب اور اللہ کے سامنے جواب دہی کے احساس جیسی اعلیٰ صفات واقدار کو فروغ دیا۔ فرمایا: ”أيها الناس أفشوا السلام صلوا الارحام و أطعموا الطعام و صلوا بالليل والناس نيام“ (سنن ابن ماجہ، كتاب الاطعمة، باب اطعام الطعام) ”اے لوگو! سلام کو عام کرو، صلہ رحمی کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور جب رات کو لوگ سو رہے ہوں تو تم اس وقت نماز پڑھو۔“

”لاتحاسدو ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا يبع بعضكم على بيع بعض وكونوا عبادالله اخوانا المسلم اخوالمسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره ،التقوى ها هنا،ويشير الى صدره ثلاث مرات ،بحسب امرء من الشر ان يحقر اخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه“ (مسلم، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ومه وماله وعرضه) ”ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کے لیے دھوکہ سے قیمتیں نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اللہ کے بندو! آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بن جاؤ، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ تقوی یہاں ہے۔ اور آپ نے سینے کی طرف تین بار اشارہ کیا۔ پھر فرمایا: کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال، اور عزت حرام ہیں۔“

”يا ايها الناس الا ان ربكم و ان ابأكم واحد لا فضل لعربى على عجمى و لا لعجمى على عربى ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على احمر الا بالتقوى“ (مسند احمد، عن جابر بن عبداللہ) ”لوگو! آگاہ ہو جاؤ، یقیناً تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، معیار فضیلت صرف تقوی ہے۔“

فنون لطیفہ اور ورزش: فروغ انسانی وسائل کے حوالے سے کھیل کود، تفریح، مزاح اور فنون لطیفہ کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور یہ سب تعمیری ہوں تو انسانیت کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وطن عزیز میں جب فروغ انسانی وسائل کی وزارت قائم تھی تو اس میں یہ تمام امور بھی شامل تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں بھی مختلف اقسام کے کھیل کود اور مختلف تفریحات کا ثبوت ملتا ہے اور یہ ہر عمر اور ہر صنف کے لئے الگ الگ ہوتے تھے۔ کچھ کھیل کود حربی نوعیت کے ہوتے ہوئے بھی تفریحی ہوا کرتے تھے اور وہ مردوں کے لئے خاص تھے؛ جیسے تیر اندازی، شمشیر زنی اور نیزہ بازی وغیرہ۔ ذخیرہ احادیث میں محدثین کرام نے باب السبق من الخیل، باب التحریض علی الرمی وغیرہ ناموں سے متعدد ابواب قائم کئے ہیں اور حدیثیں درج کی ہیں۔ عیدین کی مناسبت سے ان کھیلوں اور مسابقوں کا خصوصی اہتمام ہوا کرتا تھا۔ ایک عیدالاضحیٰ کے موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کی آڑ میں حبشیوں کے حربی کمالات دیکھے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الحراب فی المسجد)

فنون لطیفہ جس میں اشاعت فحش نہ ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے گھر تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس انصار کی دولڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو جنگ بعاث کے دن انصار نے کہے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ لڑکیاں گانے والیاں نہیں تھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ شیطانی باجے؟ یہ عید کا دن تھا۔ آخر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بفحوائے ارشاد باری تعالیٰ: ''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ '' (سورہ یٰس: ۶۹) اشعار نہیں کہے لیکن آپ نے اس کی اہمیت بیان کی اور کہا: ''ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمة'' (سنن ابوداود، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر) ''بہت سے بیان جادو اثر ہوتے ہیں اور بہت سارے اشعار میں حکمت کے موتی پوشیدہ ہوتے ہیں۔''

اسی طرح آپ کی موجودگی میں مختلف مناسبات سے اشعار پڑھے گئے۔ غزوہ خندق کے موقع پر صحابی رسول عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خندق کھودرہے تھے اور یہ رجزیہ اشعار گنگنار ہے تھے:

اللھم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینة علینا
فثبت الاقدام ان لاقینا
ان الاعداء قد بغوا علینا
اذا ارادوا فتنة ابینا

(صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الرجز فی الحرب ورفع الصوت فی حفر الخندق، عن انس) ''اے اللہ! تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں، ہم کیسے نمازیں پڑھتے، کیسے ہم زکات دیتے؟ اے اللہ! ہم پر سکینت کا نزول فرمادے، دشمن سے مقابلہ ہوجائے تو ہمارے پاؤں جمادے۔ یہ دشمن ظلماً ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ فتنہ گر ہیں وہ اور ہمیں فتنہ گری گوارا نہیں ہے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر نصب فرمایا جو اشعار کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ودفاع کرتے تھے۔ آپ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! روح القدس کے ذریعہ حسان کی تائید فرما جس طرح انہوں نے تیرے نبی کی حمایت کی ہے۔ (عمدۃ التفسیر جلد ا، ص: ۴۳۱، عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروغ انسانی وسائل کا نہ صرف یہ کہ جامع تصور پیش کیا بلکہ اس کو عملی زندگی میں بھی برت کر دکھا دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ مختصر سی تئیس سالہ مدت میں انسانی وسائل کی ترقی وفروغ کے باب میں عظیم الشان انقلاب برپا کردیا اور ہر شعبہ حیات کے لئے باصلاحیت رجال کار تیار کردیئے اور عرب جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جهود مبارکہ کے طفیل ان کے درمیان پڑھنے لکھنے والوں کی بڑی تعداد جمع ہوگئی۔ چنانچہ کاتبین وحی کی حیثیت سے خلفائے راشدین کے علاوہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ جیسے تقریباً ۲۳ /اشخاص تیار ہوگئے تھے۔ (البدایہ والنہایہ) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سالم مولی حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ماہرین قرآن کی حیثیت سے ابھرے۔ عبدالرحمٰن بن عوف، علی بن ابی طالب، جعفر طیار، اسامہ بن زید، ابوموسیٰ اشعری، طفیل بن عمرو دوسی، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کامیاب داعی ومبلغ کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے قبل مدینے میں آرگنائزر کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت بلال، عبداللہ بن ام مکتوم اور ابومحذورہ رضی اللہ عنہم نے موذنین کی حیثیت سے عزت پائی۔ حضرت علی بن ابی طالب، عبداللہ بن ارقم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سیاسی اور حکومتی فرامین لکھنے پر مامور تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قبائل کے مابین معاہدہ نویسی کے ماہر تھے۔ حضرت حصین بن نمیر اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما خاص معاملات اور خفیہ رسائل لکھتے تھے۔ زبیر بن عوام اور جہم بن صلت صدقات ومحاصل کی تفصیلات لکھتے تھے۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اراضی کی پیداوار کے معاملات تحریر فرماتے تھے۔ بادشاہوں کے خطوط شرحبیل بن حسنہ کندی رضی اللہ عنہ لکھتے تھے اور ان تمام صحابہ کرام کی حیثیت موجودہ اصطلاح میں کسی بھی مملکت کے نوکرشاہ کی سی تھی۔

اسی طرح آپ نے سفراء بھی تیار کئے جن میں ذہانت وفراست، عمدہ زبان وبیان، جاذب شخصیت جیسے امتیازی اوصاف کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ فیض اثر کے طفیل جعفر طیار، عمرو بن امیہ ضمری، دحیہ کلبی اور عبداللہ بن قضاعہ سہمی رضی اللہ عنہم خوب نیک نام ہوئے۔ اسی طرح کتب سیر میں گورنروں، فوجی افسروں، کمانڈروں، تجار، کسانوں اور اہل صنعت وحرفت کی لمبی فہرست ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح مسِ خام کو کندن بنایا کہ جو خود راہ راست پر نہ تھے دیکھتے ہی دیکھتے اوروں کے ہادی بن گئے اور آپ کی کیسی مبارک نظر تھی کہ اسلام کی تعلیمات سے دوری کے سبب جو لوگ مردوں کی صف میں کھڑے ہوئے تھے ان کو بھی رفتہ رفتہ انسانیت کا مسیحا بنادیا۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (الانعام: ۱۲۲)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اسلام کے خلاف تیغ براں تھے وہ داعی اسلام بن گئے اور ان کی ہیبت سے قیصر وکسریٰ لرزہ براندام رہتے تھے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

(بقیہ صفحہ ۱۸ پر)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نرمی کے مظاہر

مولانا ابوحمدان اشرف فیضی

معاملات میں نرمی: معاملات، لین دین اور خرید وفروخت میں بھی نرمی ہونی چاہیے، یہ کامیاب تجارت کا ایک اہم اصول ہے، نبی ﷺ نے ایسے لوگوں کے حق میں رحمت کی دعا کی ہے جو خرید وفروخت میں نرمی کا معاملہ کرتے ہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے: جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔(بخاری:۲۰۷۶)

حق کا مطالبہ کرنے میں بھی نرمی ہونی چاہیے، حدیث میں ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے دروازے پر دو جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی جو بلند ہوگئی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے سے قرض میں کچھ کمی کرنے اور تقاضے میں کچھ نرمی برتنے کے لئے کہہ رہا تھا اور دوسرا کہتا تھا کہ اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا۔ آخر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ اس بات پر اللہ کی قسم کھانے والے صاحب کہاں ہیں؟ کہ وہ ایک اچھا کام نہیں کریں گے۔ ان صحابی نے عرض کیا، میں ہی ہوں یا رسول اللہ! اب میرا بھائی جو چاہتا ہے وہی مجھ کو بھی پسند ہے۔(صحیح بخاری:۲۷۰۵)

معاملات میں نرمی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ تنگ دست کو مہلت دینا، مجبور اور پریشان حال انسان جو قرض کی ادائیگی سے عاجز ہو اس کے قرض کو معاف کردینا اور یہ بڑا افضلیت والا عمل ہے، حدیث نبوی ہے: من أنظر معسرا أو وضع عنه، أظله الله فى ظله (صحیح مسلم:۳۰۰۶) جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض ختم کردیا تو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں اس کو سایہ دے گا۔ دوسری حدیث میں ہے: من سره أن ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر، أو يضع عنه (صحيح مسلم: كتاب المساقاة، باب فضل انظار المعسر:۱۵۶۳) جسے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے تو وہ تنگ دست کو سہولت دے یا اسے معاف کردے۔ ایک اور حدیث میں ہے: كان تاجر يداين الناس، فاذا رأى معسرا قال لفتيانه: تجاوزوا عنه لعل الله أن يتجاوز عنا، فتجاوز الله عنه (صحيح البخاري:كتاب البيوع، باب من أنظر معسرا:۲۰۷۸) ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ اس سے درگزر کرجاؤ۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے (آخرت میں) درگزر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے مرنے کے بعد) اس کو معاف کردیا۔

نرمی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ قرض کی ادائیگی بہتر طریقے سے کریں، اس سلسلے میں نبی ﷺ کا یہی اسوہ ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے (اپنے قرض کا) تقاضا کرنے آیا، اور سخت گفتگو کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غصہ ہوکر اس کی طرف بڑھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ کیوں کہ جس کا کسی پر حق ہوتو وہ (بات) کہنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے قرض والے جانور کی عمر کا ایک جانور اسے دے دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے۔ (لیکن اس عمر کا نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: اسے وہی دے دو۔ کیوں کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کا حق اچھی طرح ادا کردے۔(صحیح بخاری ۲۳۰۶)

غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ نرمی: سماج اور معاشرے کے غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ خصوصی طور پر نرمی کا معاملہ کیا جائے، ان کو عزت دی جائے، اللہ کے لئے ان سے محبت کی جائے، ان کے ساتھ اٹھیں، بیٹھیں، ان پر خرچ کریں، اس سے دل بھی نرم ہوتے ہیں، نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص اپنی سنگ دلی کی شکایت لے کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان أردت تليين قلبك فأطعم المسكين وامسح رأس اليتيم (السلسلة الصحيحة: ۸۵٤) اگر تو دل کو نرم کرنا چاہتا ہے تو مسکین کو کھانا کھلایا کر اور یتیم کے سر پر دست شفقت رکھا کر۔

نبی ﷺ کا اسوہ بھی یہی ہے، آپ نے فرمایا: ابغوني الضعفاء، فانما ترزقون وتنصرون بضعفائكم (سنن أبي داود: ۲۵۹٤، صحيح) مجھے اپنے ضعیفوں اور کمزوروں میں تلاش کرو، اس لئے کہ تم اپنے ضعیفوں اور کمزوروں کی (دعاؤں کی برکت کی) وجہ سے رزق دیئے جاتے ہو اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے: انما ينصر الله هذه الأمة بضعيفها بدعوتهم، وصلاتهم، واخلاصهم (سنن النسائي: كتاب الجهاد، الاستنصار بالضعيف: ۳۱۷۸، صحيح) اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد اس کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، صلاۃ اور اخلاص کی بدولت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اسی بات کا حکم دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (الکہف:۲۸) اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے

پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں (رضا مندی چاہتے ہیں)، خبردار! تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا۔ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الأنعام:۵۲) "اور ان لوگوں کو نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، خاص اسی کی رضا مندی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں۔ ورنہ آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔" اس آیت کا شان نزول یہ ہے:

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم چھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی: میرے، ابن مسعود، صہیب، عمار، مقداد اور بلال رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں، قریش کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم ان کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتے، آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال دیجئے، تو نبی اکرم ﷺ کے دل میں وہ بات داخل ہوگئی جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:..... اور ان لوگوں کو مت نکالیے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ۴۱۲۸ صحیح)

جانوروں کے ساتھ نرمی: جہاں انسانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ہے وہیں جانوروں کے ساتھ بھی نرمی کا معاملہ کرنا ہے، ان کے ساتھ نرمی کا پہلو یہ ہے کہ ان کے کھانے پینے کا پورا لحاظ کریں، ان سے خدمت لینے اور سواری کرنے میں نرمی کریں، ان پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ اس کی پشت سے مل گیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبان چوپایوں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری بھلے طریقے سے کرو اور ان کو بھلے طریقے سے کھاؤ۔ یعنی انہیں اس وقت کھاؤ جب وہ کھانے کے لائق موٹے اور تندرست ہوں۔ (سنن ابوداؤد ۲۵۴۸ صحیح)

اسی طرح حدیث میں ہے: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دن اپنے پیچھے سوار کیا پھر مجھ سے چپکے سے ایک بات کہی جسے میں کسی سے بیان نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ کو بشری ضرورت کے تحت چھپنے کے لئے دو جگہیں بہت ہی پسند تھیں، یا تو کوئی اونچا مقام یا درختوں کا جھنڈ، ایک بار آپ ﷺ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو سامنے ایک اونٹ نظر آیا جب اس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، نبی اکرم ﷺ اس کے پاس آئے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا، اس کے بعد پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری جوان آیا، وہ کہنے لگا: اللہ کے رسول! میرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ان جانوروں کے سلسلے میں جن کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے، اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا اور تھکاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد ۲۵۴۹ صحیح)

ایک اور حدیث میں ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ اپنی ضرورت کے لئے گئے، ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا، وہ چڑیا آکر زمین پر، پر بچھانے لگی، اتنے میں نبی اکرم ﷺ آگئے، اور (یہ دیکھ کر) فرمایا: اس چڑیا کا بچہ لے کر کس نے اسے بے قرار کیا ہے؟ اس کے بچے کو اسے واپس کرو، اور آپ نے چیونٹیوں کی ایک بستی کو دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا تو پوچھا: اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: ہم نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آگ سے عذاب دینا آگ کے مالک کے سوا کسی کو زیب نہیں دیتا۔

اسی طرح پیاسے کتے پر نرمی کرتے ہوئے اسے پانی پلانے کا واقعہ مشہور ہے، حدیث میں ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے (اپنے دل میں) کہا، یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور) اپنے چمڑے کے موزے کو (پانی سے) بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا، اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر کی اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپایوں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر و ثواب ہے۔ (صحیح بخاری ۲۳۶۳)

ایک اور حدیث میں ہے: سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے، کہا: (ایک بار) ابن عمر رضی اللہ عنہ قریش کے چند نوجوانوں کے قریب سے گزرے جو ایک پرندے کو باندھ کر اس پر تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے اور انہوں نے پرندے والے سے ہر چوکنے والے نشانے کے عوض کچھ دینے کا طے کیا ہوا تھا۔ جب انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ جو شخص اس طرح کرے اللہ کی اس پر لعنت ہو، رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے جو کسی ذی روح کو تختۂ مشق بنائے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۵۸، الترغیب والترہیب ۲/۱۶۱، السلسلۃ الصحیحۃ: ۲۴)

جانوروں کے ساتھ نرمی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسے ذبح کرتے وقت تیز چھری سے ذبح کیا جائے تاکہ اسے تکلیف نہ ہو اور جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔

اسی طرح حدیث میں ہے: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے، جو اپنا پاؤں بکری کے پہلو پر رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا اور وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کام پہلے کیوں نہیں کر لیا؟

کیا تو اسے دودفعہ مارنا چاہتا ہے؟(اخرجه الطبرانی فی المعجم الاوسط ۳۵۹۲)

میت کے ساتھ نرمی: جیسے زندوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا ہے اسی طرح مردوں کے ساتھ بھی نرمی کا معاملہ کرنا ہے، اس طرح سے کہ میت کو اٹھانے، لے جانے اور دفن کرنے میں نرمی اختیار کی جائے، حدیث نبوی ہے:

عطا بن ابی رباح نے خبر دی کہا کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو زور زور سے حرکت نہ دینا بلکہ آہستہ آہستہ نرمی کے ساتھ جنازہ کو لے کر چلنا۔(صحیح بخاری:۵۰۶۷)

حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وارفقوا اشارة الى أن مراده السير الوسط المعتدل، ويستفاد منه أن حرمة المؤمن بعد موته باقية كما كانت فی حياته (فتح الباری: ۹/۱۵) نبی ﷺ کے فرمان وارفقوا (نرمی کرو) کا مطلب یہ ہے کہ میت کو لے جانے میں درمیانی چال چلو اور اس سے یہ دلیل ملتی ہے کی مومن کی عزت وحرمت جس طرح اس کی زندگی میں تھی اس کی موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: مذکورہ بالا نصوص سے نرمی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر جگہ صرف نرمی ہی اختیار کریں اور کہیں بھی سختی نہ کریں بلکہ مقصود یہ ہے کہ نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی کی جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ عام احوال اور اغلب امور میں نرمی اختیار کرتے تھے اور نرمی کو پسند کرتے تھے لیکن جب محرمات کا ارتکاب ہوتا، شرعی حکم کی مخالفت ہوتی، تو سخت غضبناک ہو جاتے، ناپسندیدگی اور غصے کا اظہار کرتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب بھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ ﷺ نے ہمیشہ اسی کو اختیار فرمایا جس میں آپ کو زیادہ آسانی معلوم ہوئی بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو کیوں کہ اگر اس میں گناہ کا کوئی شائبہ بھی ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے اور آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ لیکن اگر اللہ کی حرمت کو کوئی توڑتا تو آپ ﷺ اس سے ضرور بدلہ لیتے تھے۔(صحیح بخاری:۳۵۶۰)

اسی طرح تربیت کے باب میں نبی ﷺ جہاں پیار ومحبت، نرمی وشفقت اور عفو ودرگزر کا معاملہ کرتے وہیں غلطی کے وقت تنبیہ کرتے تھے اور سختی سے پیش آتے تھے، حدیث میں ہے: حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں کی ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھی چھی! نکالو اسے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔(صحیح بخاری:۱۴۹۱)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۵ کا)

عنہ جو قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف مہم جوئی کرتے ہوئے نجاشی کے پاس سفیر بن کر گئے تھے، ایک دن ایسا آیا کہ وہی شاہ عمان کے پاس داعیِ اسلام بن کر جاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو ہزاروں افراد کے مشرف بہ اسلام ہونے کی بشارت سناتے ہیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے کمانڈر ان چیف تھے اور جن کی وجہ سے مسلمانوں کو کاری ضرب لگی تھی، ایک دن وہ سیف من سیوف اللہ کے لقب سے ملقب کئے جاتے ہیں۔ عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ میں قریش کے سفیر بن کر آئے تھے ایک دن وہ داعی اسلام بن کر اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر دیتے ہیں، سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جن کو صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ میں رسول اکرم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی محمد کے ساتھ رسول اللہ لکھنا گوارہ نہیں تھا وہ وفات نبوی کے بعد اسلام کی حقانیت پر ایسی تقریر کرتے تھے کہ سیکڑوں دلوں میں ایمان کی حرارت پیدا ہو جاتی تھی، وحشی جس نے رسول اکرم ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ کو مارا، کلیجہ نکالا اور مثلہ کیا تھا اس نے کچھ دنوں کے بعد شاہراہ نبوت کا کانٹا مسیلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچادیا، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب حقیقی چچا کے بیٹے ہونے کے باوجود شانِ رسالت میں ہجو گوئی کرتے تھے، جنگ حنین میں جب معرکہ سخت جاں ہوا تو وہی اکیلے رسول اکرم ﷺ کی اونٹنی کا رکاب تھامے نظر آئے تھے۔ سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ جنہوں نے سات سال تک مسلسل رسول اکرم ﷺ کے فروغ انسانی کے وسائل کے کاز کو فوج کشی کے ذریعہ سبوتاژ کرتے رہے، نجران کے گورنر مقرر ہوئے، طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ ڈال کر گھومتے کہ مبادا رسول اکرم ﷺ کی آواز کانوں میں پہنچ جائے، وہ ایک دن اسلام کے عظیم داعی شمار کئے جاتے ہیں، عبد یا لیل ثقفی جس نے غلاموں اور اوباشوں کو سفر طائف میں آپ کے پیچھے لگا دیا تھا، آخر ایک دن مدینہ آکر رسول اکرم ﷺ کے قدموں میں متاعِ دل لٹا دیتا ہے۔ ثمامہ بن اثال جن کو رسول اکرم ﷺ کا نام نامی سب سے زیادہ مبغوض تھا اس کے دل کی دنیا اس قدر بدلی کہ انہوں نے مشرکین مکہ کے ناطقے بند کر دیئے۔(ماخوذ رحمۃ للعالمین، جلد۱، ص:۲۹ تا ۳۰ ملخصا)

یہ سب کرشمہ تھا رسول اکرم ﷺ کی روشن تعلیمات، اخلاق عالیہ، اخلاص، اور انسانیت کے تئیں عظیم ایثار وقربانی کا جس نے فروغ انسانی وسائل کے باب میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج تک دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا ، آنکھوں کو بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اسلام میں جماعتی زندگی کی اہمیت

محمد شمس الحق عبدالحق سلفی

اسلام کا اجتماعی نظام ایک ممتاز وجداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ اسلام نے جماعتی واجتماعی زندگی کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور انسان کے لئے اللہ کی جانب سے بڑی نعمت ورحمت قرار دیا ہے۔ رب العالمین کا ارشاد ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (آل عمران:۱۰۳) اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کے ساتھ رہنے کی نصیحت کی گئی ہے، اور اگلی آیت میں ہر قسم کے افتراق، اختلاف اور انتشار سے بچنے کی تاکید کی ہے، رب ذوالجلال کا ارشاد ہے: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آل عمران:۱۰۵) اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

صاحب تفسیر احسن البیان علامہ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاری کے باہمی اختلاف وتفرقہ کی وجہ یہ تھی کہ انہیں حق کا پتہ نہ تھا اور وہ اس کے دلائل سے بے خبر تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے سب کچھ جانتے ہوئے محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لئے اختلاف وتفرقہ کی راہ پکڑی تھی اور اس پر جمے ہوئے تھے۔ قرآن مجید نے مختلف اسلوب اور پیرائے سے بار بار اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے اور اس سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے مگر افسوس کہ اس امت کے تفرقہ بازوں نے ٹھیک یہی روش اختیار کی کہ حق اور اس کی روشن دلیلیں انھیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں مگر وہ اپنی فرقہ بندیوں پر جمے ہوئے ہیں اور اپنی عقل وذہانت کا سارا جوہر سابقہ امتوں کی طرح تاویل وتحریف کے مکروہ شکل میں ضائع کر رہے ہیں۔''

لفظ اجتماع ائتلاف اور جمعیت کی تحقیق وتعریف پیش کرتے امام راغب رحمہ اللہ نے مفردات میں لکھا ہے کہ ائتلاف اور اجتماع کا معنی مطلب ہے۔ مختلف چیزوں کا باہم اکٹھا ہو جانا، یعنی مختلف چیز کا اس تناسب وترتیب کے ساتھ جمع ہو جانا کہ جس چیز کو جس جگہ ہونا چاہیے اور جس کو آخری جگہ ملنی چاہیے وہ آخری جگہ پائے، اس سے مراد وہ حالت ہے جب مختلف کارکن قومیں کسی ایک مقام، یا ایک مرکز، ایک سلسلہ، ایک وجود، ایک طاقت اور ایک فرد واحد میں اپنی قدرتی اور مناسب ترکیب وترتیب کے ساتھ ہو جاتی ہیں، اور تمام مواد وقوی اعمال وافراد پر ایک اجتماعی وانضمامی دور طاری ہو جاتی ہے۔ ہر قوت اکٹھا، ہر عمل باہم دگر جڑا اور ملا ہوا اور ہر چیز بندھی وسمٹی ہوئی، ہر فرد زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے متحد ومتصل ہو جاتا ہے۔ جب یہ حالت قومی وجماعتی زندگی کی قوتوں اور عملوں پر طاری ہوتی ہے تو اس کا نام حیات قومی واجتماعی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جماعتی زندگی کو اپنا نصب العین اور دینی فریضہ مان کر زندگی بسر کرنے کی ہدایت دی علیکم بالجماعۃ وایاکم الفرقۃ تم پر لازم ہے کہ جماعت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو، اور تم پر لازم ہے کہ تفرقہ وانتشار سے دور رہو۔

لہٰذا ان اہداف کی تکمیل کے لئے جمیع افراد جماعت ایک قیادت وامارت پر متفق ہو کر ارشاد ربانی کے موافق عمل پیرا ہو جائیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے اقتدار والوں کی۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ رب العالمین نے مومنوں کو چاہے فوج کے افراد ہوں یا عام لوگ، علماء کی جماعت ہو یا عام انسانوں کی جماعت انہیں اپنے حکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ الا یہ کہ اولی الامر، حکام، صاحب اقتدار یا ذمہ داران اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ ایسے اولی الامر کی اطاعت ضروری ہے جو خادمان اسلام ہوں، اولی الامر کے مفہوم میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو مسلمانوں میں سے ان کے ولی، سرپرست ہوں، ان کے اجتماعی معاملات کے منتظم ہوں یا لوگوں نے ان کو اپنا سردار چن لیا ہو۔ غرضیکہ جو جس حیثیت میں مسلمانوں کا صاحب امر ہے وہ اطاعت کا مستحق ہے۔ البتہ اولی الامر کی تفسیر کرتے ہوئے رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد اہل

فقہ ودین ہیں اور مجاہد، عطا، حسن بصری اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ وغیرہم کے نزدیک اس سے مراد علماء حق ومتقنین ہیں۔ لیکن بظاہر حق یہ ہے کہ تمام حل وعقد امراء وذمہ داران ہیں اور مادر وطن ہندوستان میں تنظیموں اور جماعتوں کے امراء اس میں شامل ہیں۔

بلاشک وشبہ مذہب اسلام نے جماعتی زندگی پر بڑا زور دیا ہے اور جماعتی زندگی کے ترک کو اسلامی زندگی کے ترک سے تعبیر کیا ہے، جس کا نتیجہ سوائے خسران ناکامی نامرادی اور عذاب جہنم کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعتی زندگی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالة وید اللہ علی الجماعة ومن شذ شذ الی النار اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا، اللہ کا ہاتھ (مدد ونصرت) جماعت کے ساتھ ہے، جوشخص جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گرا (جامع ترمذی: 2167)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: عن أبى هريرة رضى الله عنه مرفوعا من خرج عن الطاعة وفارق الجماعة ومات فميتته ميتة جاهلية، سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ جوشخص طاعت سے باہر ہوا اور جماعت کو چھوڑ کر مرا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۴۸)

کسی بھی صورت میں جماعت سے علاحدگی اور امیر کی اطاعت سے روگردانی جائز نہیں ہے الا یہ کہ امیر وقت کتاب وسنت کے خلاف کام کرے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من رای من امیرہ شیئا یکرھه فلیصبر علیه فانه من فارق الجماعة شبرا فمات الامات میتة جاهلیة جوشخص اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اسے چاہیے کہ صبر سے کام لے، اس لئے کہ جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر جدائی اختیار کی اور اسی حال میں مرا تو وہ جاہلیت کی سی موت مرے گا (صحیح بخاری ۷۰۵۴)

ان حدیثوں سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ مسلمانوں پر جماعتی زندگی اور جماعت کے امیر کی اطاعت فرض ہے اور اس درجہ کا فرض ہے کہ اگر کسی نے جماعتی زندگی بلاوجہ ترک کردی اور اپنے امیر کی اطاعت سے منحرف ہوگیا تو اس کے معنی یہ ہے کہ اس نے خود اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا۔ علیحدگی کے ساتھ بالشت بھر کی قید بڑھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ مربوط رہنے کی فرضیت واہمیت کو اس کی انتہائی حد تک پہنچا دیا ہے۔ یعنی بالکل علاحدہ ہوجانا تو بڑی بات ہے، کسی شخص کا بالشت بھر بھی علاحدہ ہوجانا منافی اسلام ہے۔ اسلامی نظم واجتماعیت کے فرض ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی۔

اسلام کی نگاہ میں جماعتی زندگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باہم مل کر تفریح طبع کے لئے کلب بنالیا جائے، خوش گپیاں ہانکی جائیں، یا اصلاح کے نام پر کوئی ادارہ یا انجمن بنالی جائے، اور باہمی مشورے سے دنیاوی اغراض ومقاصد کو بروئے کار لایا جائے، یا قرآن وسنت اور منہج سلف سے مستثنیٰ ہوکر اپنے خود تراشیدہ اور خانہ ساز اصول کے تحت کوئی سوسائٹی وضع کرلی جائے جس میں ملکی قومی، سیاسی، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی مفاد کو انجام دینے کی کوشش کی جائے بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ امت مسلمہ کی ایک جہتی واجتماع، اس کا اتفاق واتحاد اور اس کا نظم وضبط محض اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے ہو، قرآن وسنت کی پیروی کے لئے ہو، گویا زبان حال سے کہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۱۶۲) آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔" جس وقت اور جس قدر یہ آرزو بلند اور پاکیزہ تھی اس وقت یہ امت مسلمہ اور اس کا ایک فرد فرد بہمہ تن رضائے الٰہی، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تبلیغ اسلام میں منہمک تھا اور اسلام کا سیل رواں آگے بڑھ رہا تھا۔

فرد کے مقابلے میں جماعت یا اجتماعیت کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے، علامہ اقبال رحمہ اللہ نے جو حقیقت روح دین سے آشنا اور رمز شناس تھے، جماعت یا اجتماعیت کی حقیقت کو اپنے الفاظ میں نہایت خوبصورت انداز سے سمجھایا ہے۔

آبرو باقی تیری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا
اپنی اصلیت قائم تھا تو جمعیت بھی تھی
چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروان بو ہو
فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج دریا میں ہے اور بیرون دریا کچھ نہیں

علامہ اقبال نے یہاں ملت سے مراد جماعت یا اجتماعیت لیا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے جب تک فرد جماعت کا جز ہوتا ہے تو تازہ دم رہتا ہے لیکن جب جماعت سے باہر ہوتا ہے تو مثل مردہ ہوجاتا ہے۔ جو موج دریا میں ہوتی ہے وہی رواں دواں ہوتی ہے۔ دریا سے باہر اس کی روانی، گیرائی وگہرائی باقی نہیں رہتی۔ ایک قطرہ دریا میں ڈال دیجئے تو وہ قطرہ دریا میں جاتا ہے۔ ایک قطرہ دریا سے باہر نکالئے تو وہ کچھ بھی نہیں رہتا۔ اس کی روانی ختم ہوجاتی ہے۔ قطرہ دریا میں ہے تو زندگی ہے، دریا سے باہر ہے تو بے وقعت ہے بلکہ موت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعتی زندگی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: علیکم بالجماعة، وایاکم والفرقة، فان الشیطان مع الواحد وهو مع الاثنین ابعد، من اراد بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة ومن

سرتہ حسنتہ وساء تہ سیئتہ فذالکم المؤمن (صحیح الجامع للالبانی ۲۰۴۶ جامع ترمذی ۲۱۶۵) تم لوگ جماعت کولازم پکڑواور پارٹی بازی گروہ بندی سے بچو، کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ رہتا ہے، دوآدمی کے ساتھ اس کا رہنا نسبتاً زیادہ دور کی بات ہے، جوشخص جنت کے درمیانی حصہ میں جانا چاہتا ہووہ جماعت سے لازمی طور پر جڑا رہے، اور جسے اپنی نیکی سے خوشی ملے اور گناہ سے غم لاحق ہو حقیقت میں وہی مؤمن ہے۔

قرآن وحدیث میں جابجا اجتماعیت اور جماعت کی اہمیت سمجھائی گئی ہے۔ ایک ساتھ رہنے مل جل کر شیروشکر بنے رہنے پر زور دیا گیا، تفرقہ وانتشار سے دور رہنے کی تلقین کی گئی۔ دنیا میں جب تک نبی ورسول موجود ہوتا ہے تو وہ اپنی جماعت کا رہنما وہادی ہوتا ہے۔ ان کے متبعین مومنین کہلاتے ہیں، اور جو پیغمبر کی اطاعت واتباع نہیں کرتا ہے وہ کافر کہلاتا ہے۔ پیغمبر کے بعد ان کے متعلقین صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی جماعت ہوتی ہے۔ اس جماعت کا ایک امیر یا خلیفہ ہوتا ہے۔ جسے خلیفہ المسلمین یا امیر المومنین کہا جاتا ہے۔ اس امیر یا خلیفہ کی اطاعت کرنے والے گروہ کو ''جماعت'' کہا جاتا ہے۔ جماعت میں رہنے والے لوگوں کے لئے امیر جماعت کی اطاعت ضروری ہے۔

امیر کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے خواہ تنگ دستی کا عالم ہو یا خوشحالی کا ماحول جیسا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، بایعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم عنى السمع والطاعة فى العسر واليسر والمنشط والمكره وعلى أثرة علينا وعلى ان لا ننازع الامراهله وعلى ان نقول بالحق اينما كنا لا نخاف فى الله لومة لائم (صحیح بخاری ۷۰۵۵) ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کئے سننے اور بات ماننے پر سختی اور راحت میں، خوشی اور ناخوشی کے عالم میں، گو ہمارے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے اور اس امر پر کہ ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی سرداری میں جو اس کے لائق ہے اور ہم سچ بات کہیں گے جہاں ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

اور ایک مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: على المرء المسلم السمع والطاعة فيما احب وكره الا ان يومر بمعصية فلا سمع ولا طاعة مسلمان شخص پر حاکم کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، وہ بات اس کو پسند ہو یا ناپسند، سوائے اس کے کہ اسے گناہ کا حکم دیا جائے، اگر اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو اس میں سننا روا ہے اور نہ ماننا۔ (صحیح مسلم: ۴۷۶۳)

اور ایک روایت میں ہے ولو استعمل عليكم عبدا يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له واطيعوا، اگر تم پر ایک غلام کو حاکم بنایا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہاری راہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ (صحیح مسلم ۴۷۵۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات پر دال ہے کہ امیر کی اطاعت ان باتوں میں جو شریعت کے خلاف نہ ہوں واجب ہے۔ اور اس سے بغاوت بلاوجہ حرام ہے۔ البتہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا طاعة فى معصية الله انما الطاعة فى المعروف اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے بلکہ اطاعت اچھی باتوں میں ہے۔ (صحیح مسلم ۴۷۶۵)

ابن ابی شیبہ کی روایت میں یوں ہے۔ تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جو تم کو ایسی باتوں کا حکم کریں گے جن کو تم نہیں پہچانتے ہو اور ایسا کام کریں گے جن کو تم برا جانتے ہو تو ایسے حاکموں کی اطاعت کرنا تم پر ضروری نہیں ہے۔ یعنی حاکم یا امیر کے قول وفعل میں جب تک تاویل شرعی ہو سکے اس وقت تک اس سے لڑنا یا اس پر خروج کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر شرع کے خلاف حکم دے اور قواعد اسلام کے خلاف چلے تو اس پر اعتراض کرنا اور نہ ماننے تو اس سے لڑنا درست ہے، لیکن جب امیر کی باتیں قرآن وسنت کے موافق ہوں تو کسی فرد بشر کے لئے جائز نہیں کہ اس کی اطاعت سے روگردانی کرے۔ اگر چہ امیر کے اوصاف خلقیہ ناپسندیدہ ہوں۔ جیسا کہ ام الحصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: قالت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قولا كثيرا: ثم سمعته يقول ان امرعليكم عبد مجدع حسبتها قالت: اسود يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له واطيعوا حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتیں کہیں۔

پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اگر تم پر ایک کٹے ہوئے اعضا والا غلام، میرا گمان ہے آپ نے کالا بھی کہا حاکم بنادیا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۷۶۲)

مذکورہ شواہد ودلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام اجتماعی نظام کا نام ہے اور یہ اجتماعی نظام بغیر اطاعت امیر نہیں ہوسکتی ہے، چونکہ انسانوں کو اپنی حاجات میں ایک دوسرے سے سابقہ پڑتا ہے اور اجتماع کے بغیر بنی آدم اپنی حاجتیں اور مصلحتیں پوری نہیں کرسکتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اجتماع کی حالت میں ان پر کوئی حاکم ہو یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی بھی سفر کو نکلیں تو ان کو چاہیے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر جماعت کے لئے بھی جو سفر میں عارض ہوتی ہے ایک کو امیر بنانا واجب کردیا تو عام زندگی میں یہ کیونکر واجب نہ ہوگی۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

ہندوستان میں سماجی ہم آہنگی کی ضرورت: مسائل اور تقاضے

ابوعدنان سعیدالرحمٰن نورالعین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور غور وفکر کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے، اس لئے اختلاف کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ عقل ودانش کا معیار ایک نہیں ہے، درجات مختلف ہیں اور دائرے بھی متنوع ہیں۔ اس لئے زندگی کے ہر شعبہ میں اختلافات موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ آراء وافکار کا تنوع اور خیالات وتاثرات کا اختلاف سیاست میں بھی ہے، تہذیب وثقافت میں بھی ہے، معیشت وتجارت میں بھی ہے، طب وحکمت میں بھی ہے اور مذہب میں بھی ہے۔ اس لئے اختلافات کا ہونا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے بلکہ انسانی عقل ودانش کے مسلسل استعمال کی علامت ہے۔ البتہ اختلاف کا اظہار جب اپنی جائز حدود کو کراس کرنے لگتا ہے تو وہ تنازعہ اور جھگڑے کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ رواداری اور ہم آہنگی کے باب میں یہی نکتہ سب سے زیادہ قابل توجہ ہے۔

وطن عزیز ہندوستان ایک سیکولر جمہور ملک ہے جہاں ہر دھرم ومذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنی عبادتوں کی انجام دہی کی مکمل آزادی حاصل ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وطن عزیز ہندوستان میں مختلف مذاہب وادیان کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں، یہاں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، بودھ، جین، پارسی وغیرہ سبھی مذاہب کے لوگ مل جل کر اور شیر وشکر ہوکر رہتے ہیں، ایک دوسرے کے لئے احترام کا جذبہ رکھتے ہیں، اپنے دیش واسیوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں اور سب سے بڑی بات ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہیں۔ یہی سماج ہے اور سماجی آہنگی ہے اور اسی کو گنگا جمنی تہذیب سے تعبیر کرتے ہیں اور کسی بھی ملک، سماج اور معاشرہ کی تعمیر وترقی کے لئے ان نیک جذبات کا وجود ضروری ہے۔

وطن عزیز ہندوستان میں سماجی ہم آہنگی کی ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی کیونکہ ہمارا ملک متعدد افکار ونظریات اور متنوع مذاہب وادیان کا گہوارہ رہا ہے، بلکہ اگر میں یہ کہوں تو حق بجانب رہوں گا کہ سماجی ہم آہنگی کی ضرورت موجودہ زمانے میں شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

اس لئے ہر ہندوستانی کو ترجیحی طور پر سماجی ہم آہنگی کے قیام کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے بلکہ سماجی ہم آہنگی کی فضا کو بحال رکھنے کے لئے ایماندارانہ اور مخلصانہ کوششیں صرف کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا ملک سماجی اختلاف وانتشار کا شکار نہ ہو بلکہ وطن کے سبھی لوگ مل کر اس وطن کو سینچیں اور اس کی تعمیر وترقی میں اپنا سرگرم وفعال کردار ادا کریں۔

سماجی ہم آہنگی، مذہبی رواداری اور قومی خیرسگالی جیسے جذبات واحساسات اسلام کی تعلیم کا حصہ ہیں، یہ نہ وقتی حالات کے پیداوار ہیں اور نہ اقلیت میں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے خصوصی رخصت بلکہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ''لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ'' اور ''لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ'' فرما کر پرامن تعایش باہمی اور سماجی ہم آہنگی کا کھلے لفظوں میں درس دیا ہے اور ''لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ'' کے ذریعہ جہاں مذہب کے تنوع کی بات بتائی ہے وہیں ''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ'' فرما کر دوسرے مذاہب کے معتقدات ومقدسات کی بے حرمتی، اہانت اور برا بھلا کہنے سے بھی روکا گیا۔

اگر ہم دین اسلام کے ذریعہ دیئے گئے ان واضح اور روشن تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں برت لیتے ہیں تو حقیقی معنوں میں سماجی ہم آہنگی کو فروغ ملے گا اور مذہب و مسلک، رنگ ونسل اور جغرافیائی بنیادوں پر جو خرخشے ہوتے ہیں، سب پر قدغن لگانے میں کامیاب ہوجائیں گے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان اسلامی تعلیمات کو حقیقی معنوں میں اپنی زندگی میں برتیں، مذہبی رواداری کے لئے اسلامی اصول وضوابط کا پاس ولحاظ رکھیں اور تشدد کے جملہ انواع واقسام سے خود کو ہم دور رکھیں۔

موجودہ وقت میں وقت عزیز میں بہت سارے لوگ مسلمانوں کے ذریعہ سماجی ہم آہنگی کی کوششوں کو ڈھکوسلا باور کراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وطن عزیز ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کے وجود پر خطرہ ہے اس لئے وہ مذہبی رواداری اور قومی ہم آہنگی کی باتیں کرتے ہیں حالانکہ اس طرح کی باتیں کرنے والے لوگ عموماً اسلامی تعلیمات اور طویل اسلامی تاریخ سے نابلد ہوتے ہیں۔ آپ سیرت کے مطالعہ کریں گے تو قدم قدم پر ایسے واقعات ملاحظہ فرمائیں گے جن کے ذریعہ رسول گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پرامن تعایش باہمی اور سماجی ہم آہنگی کی تعلیم دی۔ ایسے واقعات کی ایک سرسری جھلک بھی پیش کی جائے تو جگہ کی تنگ دامنی کو شکوہ ہوگا لیکن آپ مظلوموں کی فریادرسی کے لئے کئے گئے معاہدہ حلف الفضول میں رسول اکرم ﷺ کی شرکت مکی زندگی کے واقعات، طائف کا سفر پھر مدنی زندگی کے واقعات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں تو یقینی طور پر سماجی ہم آہنگی کی تعلیمات سیرت کے واقعات سے کشید ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ جب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے

ابوسفیان کومخاطب کرکے کہا: ''الیوم یومُ الملحمة، الیومَ تُستحلُّ الکعبةُ'' تو رسول اکرم ﷺ نے فوراانہیں ٹوکا اورفرمایا: ''الیوم یوم المرحمة''۔

معروف واقعہ ہے: ''مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا يَهُودِيَّةٌ فَقَالَ إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا ''یعنی ایک جنازہ گزراتو رسول اللہ ﷺ اس کے لئے کھڑے ہوگئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوگئے پھر ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ایک یہودی عورت (کا جنازہ) ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت خوف اور گھبراہٹ (کا باعث) ہے، پس جب تم جنازے کو دیکھوتو کھڑے ہوجاؤ۔(صحیح مسلم/۹۶۰)

آپ رسول اکرم ﷺ کے اس عمل پر غور کریں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک غیرمسلم جنازے کو بھی اہمیت دی اور بعض روایتوں میں ہے کہ کسی نے حیرت و استعجاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ! یہ یہودی کا جنازہ ہے تو اس کے جواب میں فرمایا: ''الیسَتْ نفسا''یعنی کیا یہ ایک جان نہیں ہے۔(صحیح مسلم/۹۶۱)

مسئلہ ہذا میں قطع نظر اس کے کہ کافر کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا منسوخ ہے یا ابھی اپنے حکم پر باقی ہے لیکن آپ غور کریں کہ رسول اکرم ﷺ نے ''الیسَتْ نفسا'' یعنی کیا یہ ایک جان نہیں ہے، فرماکر ایک یہودی کی جان کی اہمیت اجاگر کی ہے۔

خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ان غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ''یعنی ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔وہ بیمار ہوگیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر اس سے فرمایا: ''تو مسلمان ہوجا۔'' اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اسکے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اس نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا۔پھر نبی کریم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لے آئے: ''اللہ کا شکر ہے جس نے اس لڑکے کو آگ سے بچالیا۔'' (صحیح بخاری/۱۳۵۶)

اس حدیث پر غور کریں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے یہاں یہودی بھی خدمت کرسکتا تھا، مذہب کا اختلاف ہر طرح کے تعلق کو ختم کرنے کا داعیہ نہیں بن سکتا ہے اور دوسری بات رسول رحمت ﷺ اس مشرک بچے کی تیمارداری کے لئے بنفس نفیس تشریف لے جاتے ہیں اور اس پر اسلام کی دعوت پیش کرتے ہیں، چنانچہ وہ مشرف باسلام ہوجاتا ہے۔

یہی نہیں، اللہ کے رسول ﷺ کے زیر تربیت صحابہ کرام بھی اس پر کاربند رہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شدت تمسک سنت میں معروف ہیں لیکن وہ اپنے غیرمسلم پڑوسیوں کو بھی تحفے تحائف بھیجا کرتے تھے اور مذہبی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں کیا کرتے تھے۔

مجاہد بن جبر مکی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كنتُ عندَ عبدِ اللَّهِ بنِ عمر –وغلام لهُ يسلُخُ شاةً فقالَ: يا غلامُ إذا سلختَ فابدَأ بجارِنا اليَهوديِّ حتَّى قالَ ذلِكَ مرارًا فقالَ لهُ: كم تقولُ هذا؟ فقالَ: إنَّ رسولَ اللَّهِ لم يزَل يوصينا بالجارِ حتَّى خَشينا أنَّهُ سَيورِّثُهُ 'یعنی میں عبداللہ بن عمر کے پاس تھا اور ان کا غلام بکری کی کھال اتار رہا تھا۔انہوں نے فرمایا: اے لڑکے! جب اس کام یعنی گوشت وغیرہ بنانے سے فارغ ہوجائے تو سب سے ہمارے یہودی ہمسائے کو گوشت دینا۔حاضرین قوم میں سے کسی آدمی نے کہا: یہودی کو ہدیہ دلا رہے ہیں؟ اللہ آپ کی اصلاح کرے۔عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے ہوئے سنا،حتی کہ ہمیں خدشہ ہوگیا یا ہمیں خیال گزرا کہ آپ ضرور اسے وراثت میں حصہ دلادیں گے۔(سنن ابوداود/۵۱۵۲، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

خطبۂ حجۃ الوداع اور میثاق مدینہ کے ذریعہ بھی رسول اکرم ﷺ نے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کو امن و شانتی کا پیغام دیا تھا بلکہ یہ حقوق اسلامی کے عالمی منشور تھے جن کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ نے سماجی ہم آہنگی اور پر امن تعایش باہمی کے گراں قدر اصول اور ضابطے دیئے۔حالیہ دنوں میں رابطہ عالم اسلامی نے مکہ ڈکلیریشن جاری کرکے پوری دنیا کے سامنے اسلامی تعلیمات میں موجود رواداری اور سماجی ہم آہنگی کے بکھرے نقوش کو جمع کرکے انسانیت کے سامنے پیش کیا جس کی ستائش پوری دنیا کررہی ہے۔

غیرمسلموں کے حقوق کی بات کی جائے گی تو خلافت راشدہ کے اندر اس کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں گرجا گھر کے اندر نماز نہیں فرمائی کہ لوگ اسے مسجد نہ بنالیں۔

عثمانیوں نے استنبول کو فتح کیا تو وہاں ایک قدیم چرچ آیا جس کو گرانے کا حکم دیا تو علمائے اسلام نے بادشاہ کو وہ تاریخی چرچ گرانے سے منع کردیا۔

معاشرتی ہم آہنگی کی رکاوٹیں:

معاشرتی ہم آہنگی کے قیام کی راہ میں حائل مسائل، چیلنجیز اور رکاوٹوں کی بات کریں تو عدم رواداری، عدم برداشت، ناانصافی اور امتیازی رویہ وہ امور ہیں جن کے بطن سے مذہبی چپقلش اور طبقاتی تصادم جنم لیتے ہیں اور اگر یہ امتیازی سلوک دنیا کے کسی بھی حصہ میں سرکاری یا حکومتی سطح پر ہوں تو اختلافات وتنازعات کا پیدا ہونا لازمی ہوجاتا ہے۔

عدم تحمل وبرداشت کا عالم یہ ہے کہ لوگ مذہب ومسلک، رنگ ونسل، ذات و

برادری، خطہ وعلاقہ، فکر وفلسفہ کی بنیاد پر برسر پیکار ہوجاتے ہیں اور اپنے ہی ملک کے شہری پر مشتعل ہوجاتے ہیں اور ان کا یہ اشتعال بسا اوقات اس قدر خطرناک ہوجاتا ہے کہ سامنے والے کی جان تک لے لی جاتی ہے۔ موجودہ زمانے میں مسلک و مذہب اور کھان پان کے نام پر وطن عزیز میں تماشے ہوئے اور ہجومی تشدد نے ہندوستان کی شبیہ کو داغدار کیا، اس بات کی زندہ اور واضح مثال ہے۔

تمام مذاہب کے ماننے والوں کا ایک عمومی رجحان یہ بھی ہے کہ وہ دوسرے کسی بھی مذہب کے عام ماننے والے کے غلط رویے اور سلوک کو ان کے مذہب کی تعلیمات سمجھتے ہیں حالانکہ مذہب ایسی تلقین نہیں کرتا۔ اسلامی نام کا حامل شخص کچھ غلط کرتا ہے تو اسے اسلام سے جوڑا جاتا ہے جبکہ اسلام ایسی چیزوں سے پاک ہے۔ اسی طرح برما میں بودھ مسلمانوں پر حملے کررہے ہیں یہ بدھوں کے حملے ہیں، لیکن بدھ ازم انہیں ایسا نہیں کہتا، وہ تو مچھر کو بھی مارنے سے منع کرتا ہے۔ امریکہ کا افغانستان پر حملہ، مسیحیت کا اسلام پر حملہ تصور کیا گیا لیکن مسیحیوں نے اس سے کہا کہ آپ کا افغانستان پر حملہ بائبل کی تعلیمات کے خلاف ہے کیونکہ بائبل کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو بدلہ نہ لو، بلکہ دوسرا گال بھی اسے پیش کردو۔ چرچ مسیحی تنظیموں نے اس کے خلاف جلوس نکالے، ہمیں بین الاقوامی سطح پر تحریک اور لوگوں کے موقف سے چونکہ آگاہی نہیں ہوتی اس لئے بڑے پیمانے پر غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔ لہذا یہ سیاسی جنگ ہوسکتی ہے، مذہبی نہیں۔

سماجی ہم آہنگی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سماجی نابرابری، دولت کی نامتوازن تقسیم اور معاشی استحصال ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امیر روز بروز مالدار ہوتا جارہا ہے، اس کا بینک بیلنس بڑھتا جارہا ہے اور بے چارہ غریب مزید مفلس ہوتا جارہا ہے اور اس سے سماجی ہم آہنگی کو خطرات لاحق ہورہے ہیں۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وطن عزیز ہندوستان میں بروقت قومی میڈیا بھی سماجی اور معاشرتی ہم آہنگی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ٹی وی مباحثوں میں ایک مذہب کو کس خطرناک حد تک ٹارگٹ کیا جاتا ہے اور فتنہ وفساد اور سماجی انتشار کو مذہبی شناخت دے کر پیش کیا جاتا ہے۔ اخبارات کے اداریے اور ٹیوی چینلوں کے مباحثے اس قدر زہریلے ہوگئے ہیں کہ وہ ایک مذہب کی تعلیمات میں کیڑے نکالتے ہیں، مذہب سے وابستہ طالب علموں کو مذہبی سوال کر صفائی طلب کرتے ہیں اور پھر مذہب وفکر پر نازیبا تبصرے کرتے ہیں۔ طلاقِ ثلاثہ، حلالہ، تعدد ازدواج، جہاد، جنت میں ستر حوروں کے ملنے کی بات یا غزوہ ہند وغیرہ جیسے مسائل ہمہ وقت اٹھائے جاتے ہیں اور منمانی ڈھنگ سے انہیں خاص مفہوم دے کر مسلمانوں کو متہم کیا جاتا ہے جبکہ یہ ان الزامات کے حقائق سمجھ جائیں تو پھر کبھی جسارت بے جا نہ کرسکیں جیسا کہ حالیہ دنوں میں غزوہ ہند کے تعلق سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے تحریر وتقریر کے ذریعہ وضاحت فرمائی تو ہمارے ملک کے ہندو بھائیوں کو خوشگوار حیرت ہوئی اور بہت سارے لوگوں نے حیرت واستعجاب کا اظہار کیا کہ غزوہ ہند تو ایسا کوئی متنازع مسئلہ ہے ہی نہیں جیسا کہ میڈیا پیش کرتی ہے۔

سماجی ہم آہنگی کے قیام کے تقاضے:

پہلی بات یہ ہے کہ ہر اختلاف کو اسی سطح پر رکھا جائے جس سطح کا وہ اختلاف ہے اس لئے کہ اختلافات کے دائرے اور سطحیں الگ الگ ہیں اور یہ سب اختلافات ایک درجے کے نہیں ہوتے۔ مثلاً دین اسلام میں مختلف فقہی مذاہب ہیں اور سبھی فقہی مسالک میں کچھ اختلافات بھی ہیں لیکن ان اختلافات کا درجہ حق وباطل کا نہیں بلکہ خطا وصواب کا ہوتا ہے جبکہ بہت سے اختلافات خطا وصواب کے بھی نہیں ہوتے بلکہ صرف اولیٰ وغیر اولیٰ کا فرق ہوتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں ہر اختلاف کو حق وباطل اور کفرو اسلام کے لہجے میں بیان کرنے کا مزاج بن گیا ہے جو درست نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اختلاف کا اظہار مناسب زبان، موزوں الفاظ اور معقول لہجے میں کیا جائے تو اس کا تنازع کی صورت اختیار کرنے کا امکان کم ہوجاتا ہے۔ ہمارے اختلاف چاہے ہم مذہب سے ہو یا غیر مذہب والے سے ہو، ہر صورت میں اختلافات کے اظہار کے لئے ہمیں موزوں الفاظ اور معقول لہجے کا استعمال کرنا چاہئے۔ علماء کے حلقہ میں میری گزارش یہ ہوتی ہے کہ اختلاف کا اظہار اچھے الفاظ اور مناسب الفاظ میں کرنا چاہئے، اس حوالہ سے صرف ایک بات پر غور کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نبی بنا کر فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ’’قولا له قولا لينا‘‘ کہ فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کرنا، اختلاف کے اظہار میں شدت اور غلو کا یہ ماحول صرف مذہبی دنیا میں نہیں ہے بلکہ ہمارا سیاسی ماحول بھی یہی منظر پیش کررہا ہے اور زندگی کے دیگر شعبوں کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے، اس لئے اگر ہم اختلاف کے اظہار میں اپنی زبان، الفاظ، لہجے اور رویے کو کنٹرول کرسکیں تو بہت سے اختلاف صرف اس تبدیلی کے ساتھ ختم ہوجائیں گے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے درمیان اختلافات موجود ہیں اور رہیں گے، ان کو ختم نہیں کیا جاسکتا ہے لیکن قومی اور ملی حوالہ سے ہمارے درمیان مشترکات بھی موجود ہیں اور مشترکات کی فہرست اختلافات سے کہیں زیادہ طویل ہے۔ اگر ہم عوامی محاذ پر ملی اور قومی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے مشترکات پر زیادہ گفتگو کریں تو ہم آہنگی اور رواداری کی فضا قائم کی جاسکتی ہے۔ سماج میں رنگ، نسل اور قوم کی بنیاد پر ہم آہنگی کو تلاش کرنا شاید قدرے آسان ہوتا ہے لیکن افکار ونظریات اور مذہب کی بنیاد پر ہم آہنگی کا قیام قدرے مشکل ہوتا ہے۔ اس مشکل ترین مرحلے میں بھی اسلام نے اپنے ماننے والوں کے سامنے جو تصور پیش کیا ہے وہ انسانی فطرت کے عین مطابق اور عقل سے مطابقت رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ

شَيْـئًـا وَّلَا يَتَّـخِـذَ بَـعْـضُـنَـا بَـعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَـدُوْا بِـاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ''(سورہ آل عمران:۶۴) یعنی کہہ اے اہلِ کتاب!ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں ہر طرح کی سماجی ہم آہنگی کے قیام کا جامع تصور اسی اصول کو قرار دیا گیا ہے کہ مشترکہ مذہبی عقائد ونظریات کی بناء پر بھی ہم آہنگی کے قیام سے کسی صورت دریغ نہ کیا جائے۔

ہمارے بہت سے قومی، دینی اور معاشرتی مسائل حل طلب ہیں اور ہماری مشترکہ محنت ان کے حل میں مفید ثابت ہوسکتی ہے بلکہ ہماری عدم توجہ کی وجہ سے وہ مسلسل حل طلب چلے آرہے ہیں۔اس لئے مذہبی رہنماؤں کو اختلافات کا اپنے دائرہ میں ضرور اظہار کرنا چاہئے مگر مشترکات کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے، اس سے نہ صرف یہ کہ مذہبی کشیدگی کم ہوگی بلکہ مسائل کے حل کی راہ بھی ہموار ہوگی اور قوم کو بہت سے مشکلات سے نجات حاصل ہوگی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ہم نے مذہبی اختلافات کے باعث ایک دوسرے کے معاشرتی بائکاٹ کا جو ماحول پیدا کر رکھا ہے وہ محل نظر ہے۔یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں یہودیوں اور منافقوں میں سے کسی کے ساتھ معاشرتی بائیکاٹ نہیں کیا تھا۔ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا، ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور معاشرتی معاملات میں مشترکہ طور پر شامل ہونا مدینہ منورہ کا عمومی ماحول تھا۔

چھٹی بات یہ ہے کہ سماجی ہم آہنگی کے لئے سماج کا تعلیم یافتہ اور خواندہ ہونا ضروری ہے۔تعلیم انسان کو ان اخلاق وعادات کو اختیار کرنے پر ابھارتی ہے جس سے ہم آہنگی کے قیام میں مدد ملتی ہے۔تعلیم کے ذریعہ ہی انسان کے اندر ہم آہنگی، باہمی تعاون، برداشت، طبقاتی مساوات اور اخوت وبھائی چارگی کے پاکیزہ اور نیک جذبات پروان چڑھتے ہیں۔اسکولوں اور کالجز کا بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ اور وسعت دینے میں اہم کردار ہے۔تعلیمی مراکز میں طالب علموں کو نہ صرف مختلف مذاہب سے آگاہی ملتی ہے بلکہ ان کے ذہنوں میں موجود سوالات کے جوابات بھی ملتے ہیں، نتیجتاً ان کے دوسرے عقیدوں کے بارے میں خدشات دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

نوجوان طلبہ کے نوخیز ذہنوں کو برداشت کی اعلیٰ قدر سبق سکھایا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی مدارس اور یونیورسٹی سطح پر تعلیم حاصل کرنے والے تمام طلبہ اور طالبات امن کے سفیروں کا کردار ادا کریں گے۔تعلیمی اداروں میں مختلف مذاہب کے نوجوانوں کو ایک ساتھ بیٹھنا، گیمز کھیلنا، انہیں انسانیت کی خدمت کی طرف مائل کرنا، مختلف موضوعات پر مکالمہ ومباحثہ سے موجودہ طبقاتی جنگ کو ختم کیا جاسکتا ہے۔یہ سرگرمیاں ان کے بیچ اجنبیت اور بے گانگی کی دیوار گرا سکتی ہے۔نوجوان طلبہ کی از سرنو ذہنی تشکیل کے لئے تعلیمی نصاب میں امن واستحکام اور سماجی ومعاشرتی شعور کو حصہ بنائیں کیونکہ ایسے اداروں میں جہاں طلبہ اقلیتوں کے لئے مثبت رویے اختیار کرتے ہیں، وہاں کا ماحول اقلیتی گروہوں کے سازگار ہوتا اور زیادہ بہتر طور پر آگے بڑھ سکتے ہیں۔

ساتویں بات سماجی ہم آہنگی کے فروغ میں مذہبی رواداری کا بڑا عمل دخل ہے۔دین اسلام نے دین کے معاملے میں زور زبردستی سے روکا ہے اور متنوع مذاہب کے وجود کے ساتھ مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل پیرا رہنے کی تاکید کی ہے۔اگر ہم دین اسلام پر کاربند رہے اور دوسرے مذاہب کو برداشت کریں اور قومی کاز کے لئے مذہب یا عقیدہ کو آڑے نہ آنے دیں تو یقینی طور پر ہمارے دیش ہندوستان میں سماجی اور معاشرتی ہم آہنگی کا دور دورہ اور سکھ شانتی کو فروغ حاصل ہوگا۔

☆☆☆

(بقیہ جماعتی خبر)

جامعہ ریاض العلوم دہلی کے سابق شیخ الحدیث معروف عالم دین مولانا عبد التواب مدنی صاحب کے داماد مولانا محمود مکی صاحب کا انتقال پُر ملال:

نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ جامعہ ریاض العلوم دہلی کے سابق شیخ الحدیث معروف عالم دین مولانا عبد التواب مدنی صاحب کے داماد اور جامعہ ریاض العلوم دہلی کے سابق استاذ مولانا محمود مکی صاحب کا آج شب کے ساڑھے بارہ بجے فالج کے شدید حملے کے سبب دہلی میں بعمر تقریبا 50 سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمود مکی صاحب بڑے خلیق وملنسار، متواضع، مخلص اور اچھے انسان تھے۔ان کا تعلق سدھارتھ نگر یوپی کے موضع پتر ہوا سے تھا۔وہ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے نہایت ذہین اور ممتاز طلبہ میں سے تھے۔فراغت کے بعد مادر علمی جامعہ ریاض العلوم دہلی میں کچھ دنوں تک تدریسی خدمات انجام دیں۔پھر سعودی عرب میں دعوتی کاز سے وابستہ ہوگئے۔ان دنوں دہلی میں کاروبار کرتے تھے۔ان کے جنازے کی نماز آج ہی بعد نماز ظہر دو بجے دن میں مسجد ابن تیمیہ جعفرآباد میں ادا کی گئی۔پسماندگان میں اہلیہ، تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین خصوصا مولانا عبدالتواب مدنی صاحب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆☆

مولانا اسعد اعظمی، جامعہ سلفیہ، بنارس

اکابر کے خطوط

(والد محترم مولانا محمد اعظمی رحمہ اللہ کے نام مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ اول ناظم جامعہ سلفیہ، مرکزی دارالعلوم بنارس کے چند خطوط)

ذرائع ابلاغ کی شبانہ روز ترقی نے خطوط نویسی کی پوری صنف ہی کو نگل لیا، ورنہ علما، ادبا، دعاۃ، مفکرین اور مصلحین کے مابین خطوط کا تبادلہ ہوتا تھا جو اپنے آپ میں پوری تاریخ ہونے کے ساتھ متنوع علمی، ادبی، سماجی، سیاسی معلومات کا ذخیرہ ہوتا تھا۔ لوگ معمولی مسافت پر مقیم ہوں یا طویل، ملک میں ہوں یا بیرون ملک میں، ان میں باہم رابطے کا واحد ذریعہ یہی خطوط ہوا کرتے تھے۔ بہت سے نامور علما وادبا کے خطوط مرتب ہو کر وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ لیکن یہ صنف اب تقریباً دم توڑ چکی ہے، ماضی کی کچھ باقیات رہ گئی ہیں۔ ورنہ آگے تو اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیتا ہے۔

والد صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کی توفیق سے علم وعمل سے بھرپور زندگی گزاری، قریب وبعید کی دینی، علمی اور سماجی شخصیتوں سے آپ کے تعلقات استوار تھے، خطوط کے ذریعہ ان سے افادہ واستفادہ کا سلسلہ تھا۔ ان اکابر میں خاص طور سے شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری کے جو خطوط والد محترم کے پاس موجود اور قابل اشاعت تھے والد صاحب نے شیخ صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۹۴ء ہی میں آپ کے ۳۵ خطوط کا مجموعہ بنام ''نقوش شیخ رحمانی'' شائع فرمایا تھا۔

والد صاحب رحمہ اللہ کے نام دیگر اکابر کے جو چند خطوط محفوظ ہیں ہماری خواہش ہے کہ وقتاً فوقتاً انھیں بھی مجلّات وجرائد میں شائع کر دیا جائے تاکہ یہ قیمتی سرمایہ محفوظ بھی ہو جائے اور ساتھ ہی شائقین علم کے لیے استفادے کا ذریعہ بھی۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی مولانا عبدالوحید صاحب سلفی، اول ناظم جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے یہ کل آٹھ خطوط قارئین کی نذر ہیں۔ ان خطوط میں سے نمبر ایک اور تین وچار پوسٹ کارڈ پر ہیں۔ نمبر ایک پر ''ناظم اعلی، انجمن جامعہ رحمانیہ، مدن پورہ، بنارس'' کی مہر ہے، تو تین اور چار پر ''دفتر مرکزی دارالعلوم ۲۲۸/۳۱، مدن پورہ بنارس کی مہر ہے۔ بقیہ خطوط انتر دیشی پر تحریر ہیں۔ ایک تا پانچ مدرسہ فیض العلوم سیونی مدھیہ پردیش کے پتہ پر بھیجے گئے ہیں تو چھ تا آٹھ مئو کے پتے پر۔ واضح رہے کہ والد رحمہ اللہ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۹ء تک مدرسہ فیض العلوم سیونی میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ عربیہ مئو سے وابستہ ہو گئے، اور سبک دوشی کے مرحلے تک اسی ادارہ سے وابستہ رہے۔ اب تاریخی اعتبار سے ترتیب دیے گئے خطوط ملاحظہ ہوں، ان خطوط میں جن مقامات پر وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی ہم نے حاشیہ میں نوٹ لگا کر وضاحت کی کوشش کی ہے۔:

﴿۱﴾

۲۷/فروری ۶۶ء

باسمہ سبحانہ

مکرمی مولوی محمد صاحب السلام علیکم

آپ کے بھتیجے (۱) بنارس آئے تھے اور ان کا امتحان لے کر انہیں واپس کر دیا گیا ہے کہ عندالطلب وہ آجائیں۔ طلبہ کے داخلہ کے لیے ایک بورڈ امتحان داخلہ لینے کے لیے بنا ہے۔ اصل داخلہ کا امتحان تو وہی لے گا لیکن ان کی استعداد کا اندازہ لگانے کے لیے اساتذہ جامعہ رحمانیہ نے ابتدائی امتحان لے لیا ہے اور امید ہے کہ آپ کے بھتیجے کو داخلہ مل جائے گا۔ اس لیے کہ امتحان کے متعلق جو رپورٹ ملی ہے وہ قابل اطمینان ہے۔

جلسہ افتتاح کی تاریخ (۲) ۲۱-۲۲/مارچ مقرر ہوئی ہے۔ اس درمیان میں شیخ ابن باز نے اگر تاریخ میں کوئی تبدیلی کی تو معمولی تبدیلی ہو سکتی ہے ورنہ یہی تاریخ قطعی ہے۔ امید ہے کہ آپ اچھے ہوں گے۔ مولانا محمد بشیر صاحب (۳) سے سلام مسنون عرض فرما دیں۔ والسلام

عبدالوحید

ناظم اعلیٰ، انجمن جامعہ رحمانیہ مدنپورہ، بنارس

﴿۲﴾

۲۳/جون ۶۶ء

محترم جناب مولانا محمد الاعظمی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ کارڈ مورخہ ۴/جون ۶۶ء موصول ہوا۔ آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اور تفصیل تحریر فرمائی ہے اس کے لیے آپ کا مشکور ہوں۔ دارالعلوم سے متعلق جو بھی مشورے موصول ہوتے ہیں ان پر غور کیا جاتا ہے اور جو باتیں قابل عمل ہوتی ہیں ان پر عمل کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ مرکزی دارالعلوم جماعت کی امانت ہے۔ اور جماعت کے ہر فرد کا فرض ہے اس میں دلچسپی لے۔ حقیقت میں آپ حضرات کی توجہ اور تعاون ہی سے یہ کام اتنا آگے بڑھ سکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے

دلوں میں خلوص اور عمل میں سچائی پیدا کرے۔آمین۔امید کہ آپ اچھے ہوں گے۔ اپنی خیریت سے مطلع کیجیے گا۔ جماعت کے تمام حضرات سے میرا سلام مسنون عرض کیجیے۔والسلام

عبدالوحید

دفتر مرکزی دارالعلوم، ۲۲۸/۳۱، مدن پورہ بنارس

﴿۳﴾

۳/مارچ ۶۷ء

باسمہ تعالی

مکرمی السلام علیکم

کارڈ ملا۔کتابوں کے سلسلہ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا عبدالصمد سورتی محلّہ سید واڑہ سورت، اور شرف الدین الکتبی، ۲۹۔محمد علی روڈ، بمبئی کو لکھیں ان مقامات سے کتابیں فراہم ہو جائیں گی۔

مرکزی دارالعلوم کا دستور ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔طبع ہو گا تو آپ کو بھیج دیا جائے گا۔نصاب تعلیم البتہ ایک دو روز میں آپ کو مل جائے گا ان شاء اللہ۔امید کہ آپ اچھے ہوں گے۔ والسلام

عبدالوحید

دفتر مرکزی دارالعلوم، ۲۲۸/۳۱، مدن پورہ بنارس

﴿۴﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲/فروری ۶۸ء

محترم المقام جناب مولانا محمد صاحب الاعظمی المکرّم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ کارڈ مورخہ ۹/فروری ۶۸ء موصول ہوا۔امسال مرکزی دارالعلوم سے آٹھ طلبہ فارغ ہوئے ہیں۔سبھی ہونہار تھے۔اور تقریباً سب کو کہیں نہ کہیں خدمات کا موقع مل گیا ہے۔ان میں ایک مولوی عبدالودود بستی کے ہیں جن کا پتہ ذیل میں درج ہے۔امید ہے یہ متوسطات بخوبی پڑھا لیں گے۔آپ ان سے براہ راست خط وکتابت کر لیجیے۔کوئی پرانا تجربہ کار معلم نظر میں نہیں ہے۔مرکزی دارالعلوم کے لیے استاذ کا مسئلہ بھی ابھی تک حل نہیں ہوا ہے۔دعا کی ضرورت ہے۔اپنی خیریت سے مطلع کیجیے۔والسلام

(مولوی عبدالودود رحمانی، بوندھیار، سکھوئیا۔ضلع گونڈہ)

عبدالوحید

دفتر مرکزی دارالعلوم، ۲۲۸/۳۱، مدن پورہ بنارس

﴿۵﴾

۲۸/فروری ۶۸ء

باسمہ سبحانہ

مکرمی مولانا محمد صاحب زیدت حسناتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

مدرس کے سلسلہ میں آپ کا ایک مکتوب موصول ہوا تھا جس کا جواب دے دیا گیا تھا۔اس کے بعد جناب مولوی عبدالمنان صاحب مبلغ مرکزی دارالعلوم بنارس نے آپ کے پاس مولوی عبدالودود صاحب کے متعلق لکھا تھا۔گذشتہ سال دارالعلوم سے جن لوگوں کی فراغت ہوئی وہ سبھی مختلف مقامات پر درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد کے کاموں میں منہمک ہیں اور بفضلہ تعالی اپنی جد وجہد سے دین وملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولوی عبدالودود بھی کسی اور جگہ سے مراسلت کر رہے تھے۔موصوف کا پتہ یہ ہے:

مولوی عبدالودود صاحب، موضع بونڈیہار، پوسٹ سکھوئیا، ضلع گونڈہ

آپ براہ راست ان سے معاملات طے کر لیں تو زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ مولوی صاحب موصوف گھر پر ہیں اور یہاں کے واسطہ سے بات چیت میں تاخیر ہوگی۔

امید کہ آپ اچھے ہوں گے۔ والسلام

عبدالوحید

ناظم مرکزی دارالعلوم

مدن پورہ، بنارس

﴿۶﴾

۲۱/نومبر ۷۲ء

مکرمی جناب مولانا محمد الاعظمی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

مرکزی دارالعلوم میں اس سال کچھ جگہیں خالی ہیں جن کے لیے تقرری ضروری ہے۔جناب حافظ محمد مقتدیٰ حسن صاحب نے مئو میں آپ کا عندیہ معلوم کیا تھا۔مجھے خوشی ہے کہ آپ بنارس آنے پر رضامند ہیں۔اس لیے اپنی منظوری سے مطلع کیجیے اور یہ بھی لکھیے کہ آپ بنارس کب پہنچیں گے۔امید ہے ۲۵/نومبر ۷۲ء یوم شنبہ سے درس شروع ہو جائے گا ان شاء اللہ۔امید ہے اس وقت شیخ الحدیث مدظلہ بھی بنارس میں ہوں گے۔جواب کا انتظار کروں گا۔ والسلام

عبدالوحید

ناظم

﴿۷﴾

۲۸/نومبر ۷۲ء

مکرمی جناب مولانا محمد صاحب الاعظمی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ خط مورخہ ۲۵/نومبر ۷۲ء موصول ہوا۔ ہمارے لیے یہ بات باعث مسرت ہے کہ آپ نے دارالعلوم کی خدمات قبول کرلیا۔(۴) میں نے جناب مولانا عبدالاحد صاحب (ناظم جامعہ عالیہ عربیہ مئو) کی خدمت میں آج ایک خط روانہ کیا ہے۔ امید ہے مدرسہ عالیہ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ چوں کہ تعلیم شروع ہوچکی ہے اس لیے آپ ہرممکن جلدی کر کے بنارس پہنچنے کی کوشش کیجیے تاکہ طلبہ کا زیادہ نقصان نہ ہو۔ آپ کی اطلاع کا انتظار کروں گا۔ والسلام

عبدالوحید

﴿۸﴾

۱۷/اکتوبر ۷۴ء

مکرمی جناب مولانا محمد صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

جیسا کہ آپ سے اور مولانا مختار احمد صاحب ندوی سلفی سے بمبئی میں گفتگو ہوچکی ہے، مولانا کی ہدایت پر یہ خط میں آپ کو تحریر کررہا ہوں۔ مرکزی دارالعلوم میں استاذ کی جو جگہ خالی ہے اس کے لیے آپ کی خدمات مطلوب ہیں۔ یقین ہے آپ اس کو منظور کریں گے۔ براہ کرم دس شوال کو مرکزی دارالعلوم پہنچے۔ بقیہ امور بعد میں طے پاجائیں گے۔ تمام پرسان حال سے سلام مسنون کہہ دیجیے گا۔ والسلام

عبدالوحید

حواشی

(۱) حافظ محمد اسماعیل ولد مولانا عبدالحکیم فیضی رحمہما اللہ (۱۹۴۳-۲۰۰۳ء) مراد ہیں۔ جامعہ سلفیہ میں تعلیم کے آغاز پر آپ کو وہاں داخلہ ملا تھا۔ ۱۹۶۹ء میں مولانا محمد مستقیم سلفی وغیرہ کے ساتھ فارغ ہوئے۔ پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے لیسانس اور معہد القضاء ریاض سے ماجستیر کیا۔ آپ کی حیات وخدمات کے لیے دیکھیے: مجلّہ صوت الامہ بنارس: دسمبر ۲۰۰۳ء، راقم کا مضمون، ایضاً جریدہ ترجمان دہلی یکم ستمبر ۲۰۰۴ء، راقم کا مضمون۔

(۲) جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں تعلیم کا افتتاحی پروگرام مراد ہے۔

(۳) مولانا محمد بشیر صاحب مبارکپوری مراد ہیں جو ان دنوں مدرسہ فیض العلوم سیونی مدھیہ پردیش میں والد رحمہ اللہ کے ساتھ مدرس تھے۔

(۴) نومبر ۱۹۷۲ء جو غالباً شوال کا مہینہ ہونے کی وجہ سے مدارس اسلامیہ کے تعلیمی سال کا آغاز رہا ہوگا، محترم ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ کے ان دونوں خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ بار بار اصرار پر والد صاحب رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ کی پیش کش قبول کرنے پر راضی ہوگئے تھے، چوں کہ اس وقت آپ جامعہ عالیہ عربیہ مئو میں برسرعمل تھے اس لیے آپ نے ناظم جامعہ سلفیہ کو ذمہ داران جامعہ عالیہ سے اس تعلق سے خط وکتابت کرنے کو کہا ہوگا۔ اور فی الواقع ۲۸/نومبر ۷۲ء کے ناظم صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تاریخ میں آپ نے ناظم جامعہ عالیہ مولانا عبدالاحد صاحب کو خط روانہ کیا تھا۔

ادھر ذمہ داران جامعہ عالیہ کو والد صاحب رحمہ اللہ سے متعلق ناظم سلفیہ کا خط موصول ہوا اور غالباً اسی وقت والد صاحب نے مدرسہ کو اپنا استعفیٰ بھی پیش کیا تھا تو مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی اور بالاتفاق یہ طے پایا کہ والد صاحب کا استعفیٰ منظور نہ کیا جائے اور ناظم جامعہ سلفیہ کو بھی معذرت کردی جائے۔ چناں چہ مدرسہ کے لیٹر پیڈ پر والد صاحب کے نام یہ خط پیش کیا گیا جس کا متن درج ذیل ہے:

بخدمت جناب مولانا محمد صاحب اعظمی

مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ مئو

السلام علیکم۔۔۔۔۔ آپ کے استعفیٰ پر اراکین نے بہت غور کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو کسی قیمت پر جانے نہ دیا جائے۔ یہی مرکزی دارالعلوم بنارس کے ناظم صاحب کو بھی لکھ دیا گیا ہے کہ مدرسہ عالیہ مولانا محمد صاحب کی خدمات سے محروم ہونا نہیں چاہتا۔ اس لیے مرکزی دارالعلوم کے لیے کسی دوسرے مدرس کا انتظام فرمالیں۔

من جانب ناظم وصدر واراکین عاملہ مدرسہ عالیہ عربیہ

منظور حسن بقلم خود

مورخہ ۷/دسمبر ۷۲ء (مہر مدرسہ)

(مولانا منظور حسن مشہور شاعر فضا ابن فیضی کے والد ہیں جو اس وقت مدرسہ عالیہ عربیہ کی مجلس منتظمہ کے صدر تھے)

واضح رہے کہ مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ پر والد محترم کا ایک تفصیلی مضمون ناظم صاحب پر ماہنامہ محدث بنارس (جنوری-فروری ۱۹۹۱ء) کے خصوصی شمارے کی زینت ہے جس میں آپ نے ناظم صاحب سے اپنے خصوصی تعلقات کا بھی ذکر فرمایا ہے، اسی ضمن میں ایک مقام پر والد صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت ناظم صاحب کی کرم فرمائیوں اور قدردانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نااہل کو دو تین مرتبہ باوقات مختلفہ جامعہ سلفیہ کی خدمت کے لیے یاد فرمایا، اس سلسلے کے بھی چند خطوط بقلمہ وخطہ میرے پاس تبرکا وتذکارا محفوظ ہیں۔ ہر مرتبہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو کی ضرورت آڑے آتی رہی، اور حضرت ناظم صاحب اس غریب جامعہ کی ضرورت کو مقدم رکھتے ہوئے معذرت نامہ قبول فرمالیتے رہے۔'' (ص:۲۳)

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ذمہ داران کے دعوتی و تنظیمی دورے اور پروگراموں میں شرکت کی ایک جھلک

جماعتی خبریں

۳/نومبر ۲۰۲۳ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے جامعۃ الحسنہ اررریہ، بہار کے زیر اہتمام تربیتی اجلاس میں شرکت کی، صدارتی خطاب فرمایا، کتاب مفتاح الکتابہ کا اجراء کیا اور متعدد مجالس میں اساتذہ و معلمین اور علماء کو نصیحتیں کیں۔ بعد ازاں امیر محترم نے مدرسہ فلاح المسلمین ویتیم خانہ پھلکا باڑی کٹیہار کے زیر اہتمام پیام امن کانفرنس میں شرکت کی اور صدارتی خطاب فرمایا۔

۴-۵/نومبر ۲۰۲۳ء

امیر محترم نے دار العلوم احمدیہ سلفیہ لہیر یا سرائے دربھنگہ، بہار کے زیر اہتمام دوروزہ جلسہ مذاکرہ علمیہ اور سیمینار میں شرکت فرمائی۔ افتتاحی اجلاس جو کہ سیمینار پر مشتمل تھا کی صدارت کی اور جمعیت اہلحدیث کے قیام میں مذاکرہ علمیہ کے کردار پر وقیع خطاب فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کے کئی خطاب ہوئے اور آپ کو علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب حفظہ اللہ نے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں نائب ناظم مرکزی جمعیت وصدر مجلس عاملہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ حافظ محمد یوسف صاحب اور ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی میڈیا کوآرڈینیٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے شرکت کی اور آخر الذکر نے مقالہ پیش کیا۔

۱۰/نومبر ۲۰۲۳ء

امیر محترم نے ممبئی کا دورہ کیا، بعض تقریبات میں شرکت کی، نکاح پڑھایا، خطاب کیا اور احباب سے ملاقات وتبادلہ خیال کیا۔

۱۱/نومبر ۲۰۲۳ء

امیر محترم نے جمعیۃ العلماء کیرالا کے زیر اہتمام کوچی میں منعقد ایک روزہ ملتقی العلماء میں شرکت کی، اس کا افتتاح کیا اور پر مغز خطاب فرمایا۔

۱۴-۱۵/نومبر ۲۰۲۳ء

امیر محترم نے ندوۃ المجاہدین کیرالہ کے زیر اہتمام کوچی میں دوروزہ عالمی تحفظ سنت نبوی کانفرنس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ بعض مقالات پر علمی تبصرہ اور تعلیقات سے نوازا۔ اس پروگرام میں کیرالا کے انڈسٹریز منسٹر پی راجیو نے بھی شرکت کی۔

۱۶-۱۷/نومبر ۲۰۲۳ء

امیر محترم بنارس تشریف لے گئے۔ وہاں چند احباب سے ملاقات کی پھر مبارک پور تشریف لے گئے۔ وہاں فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ کی عیادت کی۔ چند منٹوں کے لیے ڈاکٹر عبدالعزیز مدنی حفظہ اللہ کے دولت کدہ پر گئے۔ آپ کے ہمراہ مولانا ازہر عبدالرحمٰن مدنی صاحب اور عزیزی ڈاکٹر فواز سلمہ تھے۔ وہاں سے آپ صوفی پورہ جناب ضیاء الرحمٰن صاحب اور شکیب الرحمٰن بن جناب احمد اللہ مرحوم صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اور احباب واخوان سے ملاقاتیں کیں۔ پھر وہاں سے امیر محترم نے مئو کا سفر کیا۔ وہاں عالم جلیل شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی صاحب حفظہ اللہ اور ڈاکٹر عبدالعزیز مدنی صاحب حفظہ اللہ و دیگر معزز سماجی و جماعتی شخصیات سے مولانا اقبال احمد محمدی صاحب کے دولت کدہ پر ملاقاتیں ہوئیں اور مختلف دعوتی، تعلیمی اور علمی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ آپ نے محلّہ قاسم پورہ کی مسجد میں درس دیا اور پھر وہاں سے تکولیا مسلم تشریف لے گئے اور بعض مساجد میں مختصر خطاب کیا، احباب سے ملاقاتیں کیں۔ پھر تکولیا گئے اور وہاں کی جامع مسجد میں خطاب کیا۔ مولانا قطب اللہ سلفی صاحب حفظہ اللہ کے دولت کدہ پر پر تکلف عصرانہ ہوا۔ اس کے بعد تکولیا کے مدرسہ اور اسکول کا معززین بستی کے ساتھ معائنہ ہوا اور بعض دیگر مدارس کی زیارت ہوئی۔ بعد ازاں جامعہ ام کلثوم للبنات، فردوس نگر، املیا، بلسر، بستی کے زیر اہتمام اجلاس عام میں صدارتی خطاب فرمایا۔

۱۹/نومبر ۲۰۲۳ء

امیر محترم نے ضلعی جمعیت اہل حدیث صاحب گنج کے زیر اہتمام اجلاس میں شرکت کی اور صدارتی خطاب فرمایا۔ احباب کے ساتھ متعدد مدارس کا دورہ کیا۔ مولانا عقیل اختر مکی صاحب حفظہ اللہ ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ کے ہمراہ حاجی دولت صاحب کے مدرسہ کا بھی معائنہ ہوا۔ اس موقع پر بعض دیگر مدارس کے معائنہ کا بھی اتفاق ہوا۔ رات گئے مرکز السلام التعلیمی صاحب گنج میں طلبہ واساتذہ اور ذمہ داران کی ایک عظیم الشان اور عام مجلس میں پر مغز تفصیلی خطاب ہوا۔ جس میں آپ نے اساتذہ وذمہ داران کو ان کی ذمہ داریوں اور طلبہ کی تعلیم وتربیت سے متعلق بیش بہا پند ونصائح سے نوازا۔

۲۰/نومبر ۲۰۲۳ء

امیر محترم نے ضلعی جمعیت اہلحدیث کٹیہار کے زیر اہتمام مدرسہ حراء الاسلامیہ روشن باغ حاجی پور، کٹیہار، میں منعقد دعوت اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کی اور کانفرنس

میں بڑی تعداد میں موجود ضلع واطراف کے علماء وائمہ وکارکنان سے صدارتی خطاب فرمایا۔

۲۱؍نومبر۲۰۲۳ء

امیر محترم معروف دینی دانشگاہ جامعہ خیر العلوم ڈومریا گنج، یوپی تشریف لے گئے جہاں ان کا جامعہ کے ذمہ داران واساتذہ نے پرجوش استقبال کیا۔ بعد نماز عصر کانفرنس ہال میں طلبہ واساتذہ کو خطاب فرمایا۔ اور مضافات کی بعض بستیوں میں درس دیئے۔ وہاں سے آپ کلیۃ الصفاء ڈومریا گنج تشریف لے گئے۔

۲۲؍نومبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے موضع سدھارتھ نگر وبلرامپور کا دورہ کیا اور متعدد مقامات سے ہوتے ہوئے شنکرنگر کی عظیم بستی کے اجلاس عام میں خطاب کیا۔ اس سفر میں امیر محترم نیپال کی مرکزی دینی دانشگاہ جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر تشریف لے گئے۔ جامعہ کے مختلف شعبہ جات اور کلیۃ عائشہ کا معائنہ کیا۔ اسی طرح آپ نے کلیۃ خدیجہ الکبریٰ کا سرسری معائنہ کیا اور وہاں کی مسجد میں خطاب فرمایا۔ بعدازاں امیر محترم نے تلسی پور کے متعدد اداروں کا معائنہ کیا اور بہت سے علماء سے ملاقاتیں کیں جن میں مولانا عبدالرؤف خان ندوی صاحب حفظہ اللہ سرفہرست ہیں۔ ان کے دولت کدے پر پرتکلف ضیافت کی گئی۔ پھر امیر محترم جے نگر تشریف لے گئے جہاں اجلاس عام میں خطاب فرمایا۔ پھر آپ سلام ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے زیر اہتمام طاہرہ گرلس انٹر کالج، فوزان پبلک اسکول اور مدرسہ عبداللہ بن مسعود لتحفیظ القرآن الکریم کا دورہ کیا اور ذمہ داران اور اساتذہ ودیگر معززین سے ملاقاتیں ہوئیں اور تبادلہ خیال ہوا۔ واضح ہو کہ اس موقع پر امیر محترم نے جامعہ الفاروق الاسلامیہ اٹوا کی بھی زیارت کی۔ اس کے روح رواں مولانا شبیر احمد مدنی حفظہ اللہ سے ملاقات کی۔ ادارہ کا سرسری معائنہ کیا۔

۲۴؍نومبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے جنوب ہند کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ دار السلام عمر آباد، تمل ناڈو کی منتہی جماعت کے طلبا واساتذہ پر مشتمل ایک وفد کے تکریمی اجلاس میں منعقدہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں شرکت فرمائی اور پرمغز خطاب فرمایا اور جامع نصیحت فرمائی۔ ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی بعض سرگرمیوں کا ذکر کیا۔ اس موقع پر جامعہ کے اساتذہ وطلبہ کی ضیافت کی گئی۔

۲۶؍نومبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا کے زیر نگرانی اور مرکز حافظ ابن حجر العسقلانی کرناٹک کے زیر اہتمام عظیم الشان ایک روزہ اجلاس عام بعنوان اتباع سنت میں شرکت کی اور صدارتی خطاب فرمایا۔ متعدد اداروں، مراکز اور مساجد کا معائنہ کیا اور لوگوں کو پند ونصائح سے نوازا۔

۷؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے جامعۃ الامام البانی اتر دیناجپور مغربی بنگال کے زیر اہتمام ایک روزہ سیمینار واجلاس میں شرکت کی اور صدارتی خطاب فرمایا اور قرب وجوار کے متعدد دینی مدارس کی زیارت کی جن میں جامعہ مطلع العلوم کھاڑی گوپال پور اتر دیناجپور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۸؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے کامتور، اتر دیناج پور کی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ دیا۔ اور بعد نماز مغرب مدرسہ دار العلوم شمس پور ہنت آباد، اتر دیناجپور مغربی بنگال میں ضلعی جمعیت اہلحدیث اتر دیناجپور کے پروگرام میں شرکت کی۔

۹؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے جامعہ عمر فاروق الاسلامیہ، حسن پور، کوااماری، ہریش چندر پور، مالدہ، مغربی بنگال کے زیر اہتمام اور ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ کے زیر نگرانی یک روزہ دعوت واصلاح کانفرنس میں شرکت کی اور صدارتی خطاب کیا۔ اس موقع پر علاقہ کے تقریباً دس مدارس اور مراکز اسلامیہ کا دورہ کیا۔

۱۶؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ کے زیر اہتمام اصلاح معاشرہ کانفرنس میں ایک وفد کے ساتھ شرکت کی اور صدارت خطاب فرمایا۔ اس پروگرام میں ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب حفظہ اللہ نے بھی مختصر خطاب کیا۔

۱۷؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے اشتراک سے جامعۃ الہدی الاسلامیہ کولکاتہ کے زیر اہتمام مہاجتی سدن ہال میں منعقد رسول رحمت کانفرنس میں شرکت کی اور صدارتی خطاب فرمایا۔ لال مسجد کولوٹولہ میں صوبہ بھر سے آئے ضلعی جمعیات کے ذمہ داران ونمائندگان سے پرسش احوال کی اور خطاب کیا۔

۲۱۔۲۴؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب اور ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب مملکت سعودی عرب کے دورے پر تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ کے مجمع الملک فہد لطباعۃ القرآن الکریم میں وفد کا پرجوش استقبال ہوا۔ امیر محترم کو قرآن کریم کا خصوصی ہدیہ پیش کیا گیا۔ اسی طرح جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں دراسات علیا کے طلباء کے ساتھ علمی اور تربیتی امور پر بیش قیمت اور مفید گفتگو ہوئی۔ اس دوران سعودی عرب کے وزیر برائے اسلامی امور معالی الشیخ ڈاکٹر عبداللطیف آل الشیخ نے جدہ میں واقع اپنے دفتر میں ان کا استقبال کیا اور متعدد امور پر تبادلہ خیال ہوا۔

۲۸؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے مولانا عزیز الرحمٰن سلفی صاحب جوشی کالونی، نئی دہلی کی دختر نیک اختر کا نکاح پڑھایا اور مختصر خطاب کیا۔ یہ تقریب گرین اوراہال، غازی آباد میں منعقد ہوئی تھی۔

۳۱؍دسمبر۲۰۲۳ء

امیر محترم نے جامعۃ الفلاح حیدرآباد کے زیر اہتمام کل جنوب ہند مسابقہ حفظ حدیث منعقدہ جامعۃ المفلحات میں شرکت کی اور مختصر خطاب کیا اور جامعۃ الفلاح میں مسابقہ حفظ قرآن کریم کے اختتامی اجلاس میں صدارتی خطاب کیا۔ اگلے دن حیدرآباد کے احباب جماعت سے ملاقاتیں رہیں۔ آپ نے حیدرآباد کے تنظیمی مسائل سے متعلق نصیحت کی۔

۲۔۳/جنوری ۲۰۲۴ء

امیر محترم بنگلور میں منعقد ہوئی دو روزہ ملی پروگرام میں شریک ہوئے جس میں اہم ملی تنظیموں کے اعلی ذمہ داروں نے شرکت فرمائی اور ملک وملت کو درپیش اہم مسائل پر غور وخوض کیا۔ اس موقع پر آئندہ ۲۲/جنوری کو ایودھیا میں منعقد ہونے والے پروگرام سے متعلق مشترکہ بیان بھی جاری ہوا۔ واضح ہو کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا کے ناظم جناب محمد اسلم خان صاحب نے ایئر پورٹ پر آپ کا استقبال کیا نیز امیر محترم نے صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا کے خازن جناب کے جے منصور قریشی عرف دادو بھائی صاحب اور مولانا محمد اعجاز احمد ندوی صاحب وغیرہ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔

۵/جنوری ۲۰۲۴ء

امیر محترم سے وزارت داخلہ کے چند آفیسروں نے اہل حدیث کمپلیکس میں ملاقات کی اور بعض اہم مسائل پر تبادلہ خیال ہوا۔

امیر محترم نے اسی روز بعد نماز مغرب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق خازن جناب اظہر وزیری کے صاحبزادے کا نکاح، انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر، نئی دہلی میں پڑھایا اور پر مغز خطاب کیا۔ بعد ازاں چھترپور میں جناب نجم المولیٰ صاحب بہاری کے صاحب زادے کا نکاح پڑھایا اور موقع ومحل کے اعتبار سے پر مغز خطاب کیا۔

۶۔۷/جنوری ۲۰۲۴ء

امیر محترم اور ناظم عمومی نے صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کی دو روزہ کانفرنس میں شرکت کی۔ پہلے دن ان کا مختصر سا خطاب ہوا اور دوسرے دن ناظم عمومی نے تفصیلی خطاب کیا اور امیر محترم نے مفصل صدارتی خطاب فرمایا۔ اس موقع پر اضلاع کے ذمہ داران سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور دعوتی وتنظیمی مسائل پر تبادلہ خیال ہوا، متعدد اداروں کا دورہ ہوا اور اہل مدارس اور علماء کو نصیحت کی گئی۔ سابق خازن صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام جناب ہاشم علی بیوپاری مرحوم کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر ان کے بچوں سے تعزیت کی گئی اور ان کے قائم کردہ مدرسہ مدرسہ اسلامیہ سلفیہ میں اساتذہ وطلباء، ذمہ داران اور اہل قریہ کے سامنے خطاب ہوا۔ نیز صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کے امیر مولانا مقصود الرحمٰن مدنی صاحب کے اسکول کریڈنس انٹرنیشنل اسکول (المعہد العالی للغۃ العربیۃ والدراسات الاسلامیہ) کمرا گاؤں، کامروپ، آسام کا بھی معائنہ ہوا۔

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۲۳ کا)

اسلامی اجتماعیت کے مقاصد:

علماء اسلام اور فقہاء عظام نے اسلامی اجتماعیت کا مقصد دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست بتایا ہے۔ (الاحکام السلطانیہ للماوردی) بعض علماء نے اس کا مقصد عام دینی ودنیاوی مصالح کا حصول، مفاسد کا دفعیہ، احکام الٰہی کے مطابق فیصلے کرنا اور امت کی شیرازہ بندی قرار دیا ہے۔ (التمہید لابن عبدالبر القرطبی، ۱۱/۹۷، ۲۱، ۲۷۵)

اسلامی اجتماعیت کی بنیادیں۔ کسی بھی صالح اجتماعیت کا قیام محض لوگوں کے جمع ہو جانے یا کسی وقتی دنیاوی اور مادی ضرورت کی تکمیل کی غرض سے ممکن نہیں۔ اس کے لئے مضبوط بنیادوں کی ضرورت ہے۔ اسلامی شریعت کا مطالعہ کرنے سے چند بنیادوں کا ذکر ملتا ہے۔ جیسے (۱) بیعت یعنی وہ عہد وپیمان جو عوام اور امیر یا صاحب اقتدار کے درمیان ہوتی ہے یہ بیعت سمع وطاعت اور نصح وخیر خواہی پر مبنی ہوتی ہے۔

(۲) سمع وطاعت۔ سمع وطاعت بیعت کا لازمہ بھی ہے ساتھ ہی ساتھ اسلامی اجتماعیت کے لئے ضروری بھی ہے۔ اگر کسی جمعیت وجماعت میں سمع وطاعت نہ ہوگی تو عہدیداران ذمہ داریاں ادا نہ کرسکیں گے۔

(۳) خیر خواہی: اسلامی جماعت جن بنیادوں پر قائم ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک خیر خواہی کا عنصر بھی ہے۔ امیر کے لئے ضروری ہے کہ عوام وخواص کے لئے عدل وانصاف کے ساتھ خیر خواہی کرے اور ظلم وستم نہ کرے۔ جس طرح امیر کے لئے اپنے ماننے والوں کے حق میں خیر خواہی کرنا ضروری ہے اسی طرح امیر کے متبعین کے لئے امیر کے حق میں خیر خواہی کرنا ضروری ہے۔

(۴) اجتماعیت کی بنیادوں میں سے چوتھی بنیاد عدل وانصاف کا قیام ہے۔ کسی بھی تنظیم وجماعت کو باقی اور پائیدار رکھنے کے لئے عدل کا قیام ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی تنظیم یا جماعت مفید اور پائیدار نہیں ہوسکتی۔

(۵) اجتماعیت کی پانچویں بنیاد مشاورت ہے۔ چونکہ مشاورت شریعت اسلامیہ کی ایک اہم بنیاد ہے۔ رب ذوالجلال کا ارشاد ہے۔ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔ (شوریٰ: ۳۸)

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم تمام کتاب وسنت کے حاملین کو جماعتی زندگی گزارنے اور اطاعت امیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین تقبل یارب العالمین

☆☆☆

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292